[illegible]

الامام الحسین رضی اللہ عنہ

قرآن، سنت اور تاریخ کے آئینے میں
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ

عربی تالیف

فضیلۃ الشیخ عبد الواحد خیاری
السجلماسی الجزائری الندوی

اردو ترجمہ

نور محمد انیس (دارالعلوم حنفیہ)
شہداد پور سندھ ۰ پاکستان

الامام الحسین علیہ السلام

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

علامہ اقبالؒ

نام کتاب	:	الامام الحسینؓ
تالیف	:	فضیلۃ الشیخ عبدالواحد خیاری السجلماسی الجزائری الندوی
ترجمہ	:	نور محمد انیس دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور (سندھ) پاکستان
اشاعت اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ
اشاعت دوم	:	ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
باہتمام	:	سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	:	شاہ زید و شاہ بلال

مکتبہ نفائس القرآن

نفیس منزل، کریم پارک، لاہور

042-37357855 ، 0321-4284784

الامام الحسین رضی اللہ عنہ

قرآن سنت اور تاریخ کے آئینے میں
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ

تالیف

فضیلة الشیخ عبدالواحد خیاری
السجلماسی الجزائری الندوی

اردو ترجمہ

نور محمد انیس دار العلوم الحسینیہ
شہداد پور (سندھ) پاکستان

فہرست ابواب

انتساب

یہ کتاب سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
پاکیزہ روح کے حضور ہدیہ پیش کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ان
کے حقوق کا ذرہ ہی ادا ہو جائے۔

—— از مؤلف ——

فضیلة الشیخ عبدالواحد خیاري
السجلماسي الجزائري الندوي

انتساب

خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ، داعی الی الحق،
عہد حاضر کے عظیم مجاہد نمونۂ اسلاف، قدوۃ السالکین،
سرتاجِ قرطاس وقلم، سیدی و مولائی مرشدی واستاذی
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس المعروف بہ نفیس الحسینی
دامت برکاتہم ومتعنا اللہ بطول حیاتہم کے نام نامی
سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جن کی توجہات
اور دعاؤں کے سبب یہ خدمت انجام دے سکا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

——— از مترجم ———

نور محمد انیس

دار العلوم حسینیہ شہداد پور (سندھ) پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمة

(از مؤلف)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِعِزَّتِهٖ وَ جَلَالِهٖ تتم الصالحات و ببركة عونه تتكامل الفضائل والحسنات، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبَنَا وَشَفِيْعَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صلّى اللّٰه تبارک و تعالیٰ علیه و علی آله وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا. اما بعد.

حضرت یعلیٰ بن مرہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کیساتھ ایک دعوت میں کھانا کھانے جارہے تھے، راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ آگے بڑھے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا دیے، وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے آپ ﷺ بھی ان کے پیچھے پیچھے دل لگی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے دے کر اور دوسرے ہاتھ سے گدی کی جانب سے پکڑ کر بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: ”حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت فرمائے“۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ اختصار و اعجاز، جامعیت و امتیاز کا جامع، نظر و فکر کو جھنجھوڑنے والے سوالات کا منبع، حکمت سے لبریز اور عظیم الشان فرمان جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری دانائی و بصیرت کے ساتھ اپنے اصحاب کی موجودگی اور خیر القرون کے مبارک زمانے میں اس وقت ارشاد فرمایا جبکہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابھی ایام طفولیت ہی میں تھے یہ ارشادِ گرامی ان کے مستقبل کا غماز ایک اہم پیشن گوئی اور ایسی عظیم الشان نشانی و دلیل تھی۔ جس کی تشریح و توضیح اور ظہور ایک موقعے کے انتظار میں تھا۔ جسے اللہ علیم و خبیر و حکیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک چڑیا کی مثل تھے جو انڈے کے اندر اس کا خول ٹوٹنے کی انتظار میں ہو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ پاکیزہ سیرت اور تابناک مستقبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد افق پر چمکا (حقیقت تو یہ تھی کہ اس منصب و مقام کا اس کے شایان شان احترام و اکرام نہیں ہوا)۔

آپ کی شخصیت اہل سنت اور ان کے خصوم کے مابین ایک متنازع فیہ رسی کی طرح بن کر رہ گئی، ہر فریق کے پیش نظر اپنے مخصوص مقاصد اور اہداف تھے، یہ معزز و محبوب نام موید ین و معارضین کی نقد و نظر کا نشانہ بنا رہا، جن کی وجہ سے ان کی مبارک ہستی ان لوگوں سے جا ملی جو کسی طرح ان کے ہم پلہ اور برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی ہمسری کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

چنانچہ اب اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ایک فیصلہ کن تنبیہ آمیز تحریر معرض وجود میں آئے۔ جس کا ماخذ کتاب و سنت، انسانی تاریخ اور باوثوق علماءِ اسلاف کی تحریری شہادتیں ہوں۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی تصویر کا صحیح رخ آپ کو سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی معطر اور مہکتی سیرت کی شکل میں نظر آئے گا جو انتہائی احتیاط اور سنجیدگی کا ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ ان

بیشمار شکوک وشبہات کے ازالے کی ایک بہترین اور کامیاب کوشش ہے جن میں بعض مسلمان مبتلا ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ وہ لوگ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق منفی پہلو ذہن میں رکھ کر تلبیس ابلیس کا شکار بنے ہوئے ہیں اور اسی سلبی موقف کو مد مقابل کے چت کرنے کا آلہ کار خیال کئے ہوئے ہیں۔

اَلشَّیطٰنُ سَوَّلَ لَھُمۡ وَ اَمۡلٰی لَھُمۡ

''شیطان نے انہیں چکمہ دیا ہے، اور دور کی سوجھائی ہے۔''

اس سب کچھ کے باوجود انہیں اپنے (فاسد خیالات) پر نظر ثانی کا موقع میسر ہے اور باب توبہ قیامت تک کے لئے مفتوح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" واللّٰہ لا یدخل قلب رجلٍ الایمان حتی یحبھم للّٰہ ولقرابتھم منی"

''یعنی اللہ کی قسم ایمان کسی کے دل میں سما نہیں سکتا، جب تک کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور میری قرابت کی وجہ سے ان حضرات سے محبت نہ رکھے''

اس بات کو اپنے اندر پیدا کرنا بھی جزو ایمان، محبت ومودّت کا راستہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں شرف یابی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

تالیف کا طریق کار

اس کتاب کی تالیف میں میرا طریق کار کچھ اس طرح رہا ہے کہ میں نے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد شدہ تمام صحیح، حسن اور وہ ضعیف احادیث جنہیں محدثین نے باب فضائل میں روا رکھا ہے جمع کر دی ہیں اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا ہے۔

پھر تاریخ میں سے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی روایت کو لیا ہے جن کی تاریخ اصح ترین تاریخ ہے۔ اس میں بھی صرف ان روایات کا انتخاب کیا ہے۔ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ، ان کے حُسنِ

کردار و واقعات سے متعلق تھی یا جو کسی روایت کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے ضروری تھیں۔

عنوانات قائم کرنے میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طرز کو اپنایا ہے اور اس انداز سے تراجم و عنوانات قائم کئے ہیں۔ کہ وہ بات کے سمجھنے میں ممد و معاون ہونے کے ساتھ ساتھ کلام کو پر لطف اور شیریں بنا دیں اور منفی نتائج سے باز رکھیں اور ضروری امور کی طرف توجہ دلا کر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حیاتِ طیبہ کے نامعلوم گوشوں سے آشنائی کرا دیں۔

نیز ابوابِ شمائل میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ترتیب کو اپنانے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔

اور اکثر و بیشتر ابواب کو مناسب آیات سے مزین کیا ہے تا کہ اللہ کے فرمان "لقد انزلنآ الیکم کتابا فیه ذکرکم" کے مطابق ہو جائے۔

بہت سی جگہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا تکرار نظر آئے گا۔ مگر غرض و مقصود ہر جگہ مختلف ہوگا۔

جیسا کہ بعض مصنفین کی عادت ہے کہ وہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے موضوع کے ساتھ بعض غیر متعلقہ ابواب اور شخصیات کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں۔ میں نے عملاً ایسا نہیں کیا۔ اس سلسلے میں اللہ کے ایک مخلص و محبوب امامِ اہلسنت قاطع بدعت حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہمارے لئے ایک عظیم تائید اور سہارا ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ یزید سے محبت رکھتے ہیں، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا کہ "کیا اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والا کوئی بھی انسان یزید سے محبت رکھ سکتا ہے؟" !!!

(۱) اس کتاب میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ سے متعلق بہت سی باتیں قلت مراجع کی وجہ سے رہ گئی ہیں، اللہ نے چاہا تو آئندہ ایڈیشن میں اس کا تدارک کر دیا جائے گا اور اسی طرح سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر بھی لکھنے کا عزم ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر

میری یہ خامہ فرسائی ایک ضرورت کے تحت ہے جو اس موضوع سے مناسبت اور علم کلام سے اشتغال رکھنے والے پر عیاں ہے۔

میں اس سلسلے میں شیخ جلیل حضرت سید نفیس الحسینی سیالکوٹی دامت برکاتہم کا شکر گزار ہوں کہ جن کی ذات گرامی میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زندہ جاوید اور حقیقی محبت و عظمت نظر آتی ہے اور درحقیقت انہی کی ذاتِ گرامی نے اس کتاب کی تالیف کی ضرورت کا احساس دلایا ہے اور ہمت افزائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ میری طرف سے انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ چنانچہ میں نے استخارہ کرنے کے بعد بطور نظریہ اور عقیدہ یہ کتاب تالیف کی ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس چھوٹے سے عمل کو قبول فرما کر حسن خاتمہ اور اپنی رضا کا ذریعہ اور سبب بنائے۔

انه علی ذلک قدیر و بالاجابته جدیر و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی نبیه المصطفیٰ والهٖ وصحبهٖ و من اقتفیٰ و علی عباده الذین اصطفیٰ.

کتبه : عبدالواحدالخیاری السجلماسی الندوی الجزائری
غفر اللّٰہ له ولوالدیه و مشائخه .

بتاریخ ۲۴ شعبان سنه ۱۴۲۰ هجری بمقام نفیس منزل کریم، پارک لاهور

- قبیلۂ قریش کی عظمت و برتری
- قریش میں بنو ہاشم کا مقام
- خانوادۂ نبوت
- نبوی خاندان اور اس کی بود و باش
- حضرت علی المرتضیٰ و فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کا دولت کدہ
- پاکیزہ حسب و نسب

قبیلہ قریش

قریش کی سیادت، حق گوئی و بیباکی، پاکیزگیٔ اخلاق، شجاعت و بہادری فصاحتِ لغت و مروّت اور علوِ حسب نسب پر سارے عرب کا اتفاق ہے۔

بنو ہاشم:

پھر قریش میں بنو ہاشم کو وہ مقام حاصل ہے جو ماہِ تمام کو باقی ستاروں میں، تاریخ کی کتابوں میں ان کے بارے میں اگرچہ مختصر اور ناکافی مواد ملتا ہے، لیکن جو کچھ ملتا ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو اس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ قریش کی یہ شاخ اپنے انسانی شعور اور اعتدال پسندی میں امتیاز رکھتی تھی دینی و دماغی طور پر بھی اس کو کسی قدر فوقیت حاصل تھی، بیت اللہ کا اللہ تعالیٰ کے یہاں جو مقام تھا، اس پر پختہ ایمان رکھتی تھی، ظلم وزیادتی کو گناہ سمجھنے کا شعور ختم نہیں ہوا تھا، ہٹ دھرمی اور ضد اس کا شعار نہیں تھا، ہمت بلند تھی، کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم وشفقت کا برتاؤ کرتی، سخاوت وشجاعت اسکا مزاج تھا، غرض اخلاق وشرافت، سیر چشمی، حمیت اور جوشِ عمل کی وہ خصوصیات جن کے لئے عربی میں ایک جامع لفظ ''فروسیت'' کا ہے بدرجہ اتم موجود تھیں، ان کے اخلاق وسیرت رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد کے شایان شان تھے اور اسلام نے جن اخلاق عالیہ کی دعوت دی ہے ان سے ان کے اخلاق مناسبت رکھتے تھے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک زمانہ تک وہ اپنی قوم وہم وطن قبائل کے عقائدِ جاہلیت اور غیر اللہ کی عبادت میں ان کے شریک ہو گئے تھے۔

خانوادۂ نبوت

یہی وہ گھر ہے جس سے چار دانگ عالم میں دین داری عام ہوئی، ایمان کا چرچا ہوا قرآنی نغمے گونجنے لگے، محبت ومودت کا پرچار ہوا۔

یہی وہ گھر ہے جس کی چھت کے نیچے رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہوتے تھے سیدنا جبریلِ امین علیہ السلام صبح شام حاضری دیا کرتے تھے، یہی گھر ہے جسے وحی الٰہی کا مہبط (اترنے کی جگہ) بننے کا شرف حاصل ہے۔

اللہ نے جسے ان اعمال سے نوازا اور منور فرمایا تھا جن کے ذریعے انعام کی تکمیل ہوتی ہے اور امت کے لئے عظیم رہنمائی کے حامل ہیں...... جس کی عظمتِ شان اور بلندی مرتبت کے سامنے دنیا بھر کے گھر سرنگوں دکھائی دیتے ہیں..... فصاحت وبلاغت کی دنیا اور تصوراتی نقشے اس کے جلال وجمال کے بیان سے سراپا عاجز نظر آتے ہیں...... رحمتِ خداوندی اور سکینہ سے لبریز و سرشار ہے...... بارگاہ خداوندی میں اس کا وہ مرتبہ اور مقام کہ دوسرا شخص جس کی تمنا اور خواہش کر ہی نہیں سکتا۔

نبوی خاندان اور اس کی بود وباش:

یہ بات تو شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے نبوی تہذیب، ثقافت اور بود و باش کو جو اعزاز و مقام مرحمت فرمایا ہے وہ دنیا کی کسی اور تہذیب کو حاصل نہیں، اس لئے کہ اس تہذیب کی اساس اور بنیاد وہ ایمان ہے جس کی وجہ سے ہر شے میں نور ایمانی سرایت کر چکا ہوتا ہے جس کی بدولت ہر شے نورانی و تاباں دکھائی دیتی ہے اور پھر معاشرے میں وہ اخلاق حمیدہ

اور عظیم مقاصد پرورش پاتے ہیں جن سے باقی تمام معاشرے یکسر خالی نظر آتے ہیں۔

یہ وہ تہذیب و معاشرہ ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس مقدس جماعت نے پرورش پائی جو انبیاء علیہم السلام کے بعد خیر الخلائق کے لقب سے نوازی گئی، نبوت کی نگرانی میں جن کی نگہداشت اور تربیت ہوئی، جنہیں قیادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاقِ حسنہ واوصاف حمیدہ کے اس اعلیٰ ترین سانچے میں ڈھالا کہ پورے عالم میں ان کی مقبولیت اور پسندیدگی کا ڈنکا بجنے لگا۔

اسی طبقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خیر القرون'' جیسا درخشندہ لقب مرحمت فرمایا، جن کی عظمت و قیادت سنہری حروف میں تاریخی صفحات پر رقم ہوئی، اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو ان کے ذریعے عزت و وقار کی بلندیوں سے نواز کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے نمونہ اور معیار قرار دیا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وسیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ اور اسکا محلِ وقوع

حضرت علی وسیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دولت کدہ محل وقوع کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کے بعد مسجدِ نبوی کے سامنے واقع تھا، اس مکان کے مکینوں کی زندگی سراپا زہد واخلاص عفت وغیرت، ایمان وللّٰہیت، نظافت وسخاوت سے تعبیر تھی، عام گھروں کو اس مقدس مکان سے کیا مناسبت، یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں، وہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے، سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے متعلقہ جملہ نسبتیں اتنی عظیم اور محترم نسبتیں تھیں، کہ جن کی عظمت وبرتری، فوقیت وفضیلت کے سامنے تمام حسب ونسب ونسبتیں لاشی

اور ہیچ نظر آتی ہیں۔

مثلاً خیر القرون کا زمانہ، قبیلے کی عظمت و برتری، خانوادۂ نبوت، نبوی تربیت، اور سیدنا علی و سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معزز گھرانہ یہ اتنی اونچی و عالی مرتبت نسبت اور اعزاز ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز متصور نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے حق وسچ فرمایا:

رحمة الله وبركتهٗ عليكم اهل البيت انهٗ حميدٌ مّجيدٌ. (هود: ۷۳)

یعنی (خانوادۂ ابرہیم کے بارے میں فرمایا) اس خاندان کے لوگو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، بے شک اللہ حمد وثنا کے لائق اور بڑی بزرگیوں والا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک نسبِ عالی شان:

سید حسین رضی اللہ عنہ بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادو بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاق بن طابخ بن جاحم بن ناخش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن افناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل ذبیح بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔

(سیرت ابن ہشام)

شجرۂ نسبہ الطاہر

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علی رضی اللہ عنہ — حسین رضی اللہ عنہ — فاطمہ رضی اللہ عنہا

ابوطالب — عبداللہ

عبدالمطلب

هاشم
عبدمناف
قصی
کلاب
مرہ
کعب
لوئی
غالب
فہر قریش
مالک
نضر
کنانہ

خزیمہ

قموال
بوز
عوص
سلامان
همیسع
اد
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکۃ

ابی

عوام
ناشد
حزا
بلداس
یدلاف
طابخ
جاحم
ناخش
ماخی
عیض
عبقر
عبید

الدعا

ابراهیم خلیل اللہ علیہ السلام
اسماعیل علیہ السلام
قیدار
عرام
عوضہ
مزی
سمی
زارح
ناحث
مقصر
ایهام
افتاد
عیصر
دیشان
عیض
ارعویٰ
یلحن
یحزن
یثربی
سنبر
حمدان

- ولادت باسعادت
- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کانوں میں اذان واقامت کہنا،
- تحنیک، تسمیہ (نام رکھنا)،
- عقیقہ وختنہ وغیرہ

ولادت باسعادت

(۱) سیدنا حضرت حسین بن علی ﷺ کی ولادت باسعادت ہجرت کے چوتھے سال ۶ شعبان المعظم کو ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ)

۲) ولادت کے بعد ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ ﷺ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے، نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی، تحنیک کا عمل فرمایا، لعاب دہن منہ میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، سر پر زعفرانی خوشبو مل کر ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا، ساتویں روز سر کے بال مونڈ کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کی، نام رکھا اور عقیقے میں دو مینڈھے ذبح کیے، ایک ران دایہ کو دی اس کے بعد ختنہ کیا گیا۔ (الدر المستطاب)

آپ ﷺ کا حضرت حسین ﷺ کے کان میں اذان دینا

۳) عاصم بن عبید اللہ علی بن حسین ﷺ سے روایت فرماتے ہیں اور وہ حضرت ابو رافع سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت کے بعد دونوں کے کانوں میں اذان فرمائی۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

آپ ﷺ کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام رکھنے کا بیان

(۴) ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! تم نے ان کا نام کیا تجویز کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہم نے انکا نام حرب رکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسن ہے۔

اسی طرح جب حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھ دیا آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا میرا لختِ جگر مجھے دکھاؤ کیا نام رکھا ہے اس کا تم نے؟ میں نے عرض کیا حرب! آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسین ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیسرے بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام پھر حرب رکھ دیا چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور وہی گفتگو فرمائی کہ میرا جگر پارہ مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اس کا نام حرب تجویز کیا ہے؟

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں حرب نہیں یہ تو ''محسن'' ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا میں نے ان تینوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے تین بیٹوں کی طرح رکھے ہیں کہ ان کے نام شبر، شبیر اور مشبر تھے۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

یہ نام پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا:

(۱) ابن الاعرابی حضرت فضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

ان دونوں ناموں کو پردۂ غیب میں رکھا حتیٰ کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جگر پاروں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے یہ نام نامی تجویز فرمائے۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے دو مینڈھوں کو ذبح کرنا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقیقے میں دو دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ (اخرجہ النسائی ۴۲۲۴)

حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام رکھنا اور ان کا ختنہ کرنا

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ساتویں روز نام رکھا۔ (اخرجہ البغوی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں روز فرمایا۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حُلیہ مبارک کا تذکرہ

آپ رضی اللہ عنہ کا درمیانہ قد تھا، نہ انتہائی طویل اور نہ ہی بہت کوتاہ، پیشانی کشادہ، سینہ فراخ تھا، مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، ہتھیلیاں اور تلوے قدرے کشادہ تھے، جسم گٹھا ہوا انتہائی خوبصورت اور گورا تھا، خوبصورتی کے ساتھ حسنِ صوت کے بھی مالک تھے آواز میں سوز اور ترنم تھا، داڑھی مبارک پر وسمہ لگاتے تھے (وسمہ ایک بوٹی ہے جس کے پتے مہندی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں)۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بال

عبدالمطلب بن زیاد سدی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

کو دیکھا کہ ان کے سر کے بال عمامے کے نیچے سے نکل کر مونڈھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء و طبرانی)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت:

ہانی بن ہانی حضرت علی ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حسن سر سے سینے تک اور حسین باقی جسم میں رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ کا جسم رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ (طبرانی بسند ثقہ)

وسمہ مہندی کا استعمال:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں عبید اللہ بن زیاد کے پاس سیدنا حسین ؓ کا سر مبارک لایا گیا تو ایک بڑے تھال میں رکھا ہوا تھا۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی جسے وہ آپ ؓ کے دندان سے مس کرنے لگا اور آپ ؓ کے حسن میں نکتہ چینی کرنے لگا تو حضرت انس ؓ نے فرمایا: عیب جوئی مت کر! کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتہائی مشابہت رکھتے تھے اور داڑھی وسمہ مہندی سے رنگین تھی۔ (بخاری و مسند احمد)

حنا اور کتم مہندی کا استعمال:

اور ایک روایت میں شیبہ اور عبد اللہ بن عمرو بن ابان فرماتے ہیں کہ ہمیں احوص نے خبر دی وہ ابو اسحٰق سے اور وہ عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حنا اور کتم بطور مہندی استعمال فرماتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین ؓ کی ٹھوڑی پر چند سفید بال بھی تھے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
کے
لباس و دیگر اشیاء کا بیان

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لباس و دیگر اشیاء کا بیان:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ لباس میں درج ذیل اشیاء استعمال فرماتے تھے:

قمیص، عمدہ پوشاک، شلوار، لمبی ٹوپی، جھالردار چادر اور ریشم کی جھالر لگی ہوئی چادر، عمامہ، لنگی، اوپر اوڑھی جانے والی چادر اور جوتے، بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک میں، انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر "اللہ بالغ امرہ" کے الفاظ کندہ تھے۔ ایک تلوار اور ایک زرہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ (الاعلام للزرکلی)

سرخ رنگ کا کرتہ پہننے کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو بریدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرتے پڑتے آئے دونوں حضرات سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب بٹھایا اس کے بعد ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ یعنی تمہارا مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں، میں نے انہیں دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا اور اپنی بات قطع کر کے انہیں اٹھایا۔

(مسند احمد، ترمذی باب مناقب نمبر ۷۷۳، ابو داؤد نسائی)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پوشاک کا ذکر:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات کا اکرام فرماتے اور گود میں اٹھاتے جیسا کہ ان کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اکرام واعزاز فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً عطایات سے نوازتے رہتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ یمن سے کچھ پوشاک اور جوڑے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سب کے سب دیگر صحابہ کرام کے نوجوان لڑکوں میں تقسیم فرمادیئے انہیں کچھ نہ دیا اور فرمایا کہ ان جوڑوں میں ان حضرات کے شایانِ شان کوئی جوڑا نہیں اور ساتھ ہی یمن کے گورنر کو پیغام بھجوایا کہ ان حضرات کے شایانِ شان پوشاک تیار کروا کر روانہ کریں۔

(البدایہ و النہایہ ج۸، ص ۲۲۶)

چادر اور شلوار کا ذکر:

امام طبری فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ان کا سارا سامان حتیٰ کہ جسم کے کپڑے بھی لائے گئے جس میں شلوار اور ٹوپی بھی تھیں، چنانچہ شلوار، بحر بن کعب نے اور ٹوپی قیس بن اشعث نے لی۔ (تاریخ طبری)

لمبی ٹوپی اور عمامے کا ذکر:

(قصہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ لمبی ٹوپی اتار دی اور عمامہ منگوا کر زیب تن فرمایا۔ (البدایہ و النہایہ ج۸ ص ۲۰۲)

نیز مطلب بن زیاد سدی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی زلفیں عمامے کے نیچے سے ظاہر ہو رہی تھیں۔ (طبرانی ۲۷۹۶)

ریشم کی جھالر اور چادر:

عیزار بن حریث فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ریشم کی جھالر دار چادر اوڑھے دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء)

تہبند، چادر اور نعلین کا ذکر:

مروی ہے کہ جب ظہر کا وقت داخل ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے حجاج بن مروق جعفی کو اذانِ ظہر کہنے کا حکم دیا اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تہبند پہنے، چادر اوڑھے اور نعلین زیب تن فرمائے ہوئے تشریف لائے اور اپنے و پرائے سب ہی کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔

(البدایہ و النہایہ ۸ ص ۱۸۶)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تلوار:

سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس صبح میرے والد شہید ہوئے اس صبح کی رات میں بیماری کی وجہ سے بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی زینب میری دوا دارو فرما رہی تھیں، اتنے میں میرے والد اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے رفقاء بھی تھے اسی خیمے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار صیقل فرما رہے تھے۔

(البدایہ و النہایہ ج۸ ص ۱۹۱)

آپ رضی اللہ عنہ کی زرہ و دیگر اشیاء کا ذکر:

مروی ہے کہ شہادت کے بعد لوگوں نے ہلہ بول کر آپ رضی اللہ عنہ کا جملہ سامان غصب کرلیا،

بحر بن کعب نے آپ ﷺ کی شلوار پر قبضہ کیا......اور قیس بن اشعث نے آپ ﷺ کی ریشم کی چادر کی طرف ہاتھ بڑھایا چنانچہ اس کے بعد وہ اسی چادر کی طرف نسبت سے مشہور ہوا......اور قیس قطیفہ کے نام سے معروف ہوا......

جابر بن زید ازدی نے عمامہ لیا......

مالک بن بشر کندی کے زرہ ہاتھ لگی......

بنی اود کا ایک شخص آپ ﷺ کے نعلین لے اڑا......

بنو نہشل بن دارم کا ایک فرد تلوار پر براجمان بن بیٹھا......اس کے بعد وہ تلوار حبیب بن بدیل کے لوگوں کے ہاتھ لگی۔

فرماتے ہیں کہ پھر لوگ آپ ﷺ کے دیگر سامان، خوشبو، کپڑے اور جانوروں پر پل پڑے اور چھینا جھپٹی کرنے لگے، حتیٰ کہ خواتین اہل بیت و دیگر قیمتی اشیاء پر بھی ہلہ بول دیا، خواتین اہل بیت دشمنوں کی طرف پیٹھ کر کے اپنی اور اپنے سامان کی حفاظت کرتی رہیں مگر بعض دشمن اس کے باوجود کچھ سامان چھیننے میں کامیاب رہے۔

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا خصوصاً ماہ مبارک رمضان میں اور انگوٹھی کے نقش "اللہ بالغ امرہٖ" کا بیان

ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی زیب تن فرماتے تھے۔

(معرفة الصحابه)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے

مہینے میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (تاریخ الاسلام للذهبی)

جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر کنداں تھا۔ (معرفة الصحابه)

امام زرکلی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش "اللّٰہ بالغ امرہ" تھا۔ (الاعلام)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
کی
نشو و نما و تربیت کا بیان

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نشوونماوتربیت کا بیان:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نشوونما مدنی معاشرے میں ہوئی جہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اوران نفوسِ قدسیہ کی صحبت میسر آئی جوانبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کے افضل ترین انسان تھے، ایمانی دعوت اور قرآنی انوارات سے معمور شفقت بھرا ماحول نصیب ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وشفقت، دل لگی وپیار کا وافر حصہ ملا، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہوئے تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر، ان سب پر مستزاد یہ کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دعوتِ ایمان کا ماحول اسلامی جہاد کی فضا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ بنتِ رسول اللہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سایۂ عاطفت ملا، ابیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بھی کثرت سے آمدورفت ہوئی۔ چشمۂ نبوت سے سیرابی نصیب ہوئی، یہ تمام مراحل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہداشت ونگرانی میں طے ہوئے، چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث ان جملہ امور پر صراحۃً یا اقتضاء یا التزاماً دال ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکیمانہ اسلوبِ تربیت واصلاح:

محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کھجور پکنے کے موسم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدقے کی کھجوریں لائی جاتی تھیں، ہر باغ والا صدقے کی کھجوریں لاتا اور مسجد نبوی کے صحن میں ڈال دیتا، اس طرح مسجد نبوی کے صحن میں کھجور کا ڈھیر لگ جاتا۔ ایک مرتبہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے، اتنے میں ایک نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فوراً انگلی منہ میں ڈال کر اس کھجور کو نکالا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آلِ محمد کے لئے صدقے کا مال جائز نہیں۔ (بخاری نمبر ۱۴۸۵)

نبوت کی گود و پرورش میں:

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک رات کسی ضرورت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دروازے پر دستک دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کی کوئی چیز آپ کی گود مبارک میں ہے، مگر مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے آنے کی غرض بیان کر کے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی گود میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر ہٹائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے پہلو میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لختِ جگر ہیں۔

"اے اللہ! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما۔" (ترمذی نمبر ۳۷۶۹)

نبوت کا لاڈ و پیار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو آپ کے گھرانے کے افراد میں کون زیادہ محبوب ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین! چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بھیج دو۔ وہ آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے اور لاڈ و پیار کرتے۔"

(ترمذی ۳۷۷۲)

ایمان وقرآن کا نورانی ماحول:

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سیدنا حسن وسیدنا

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیص زیب تن کیے ہوئے گرتے پڑتے آرہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس طرح آتے دیکھا تو منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب منبر پر بٹھایا۔ اور پھر ارشاد فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ:

"انما اموالکم و اولادکم فتنۃ"

یعنی "تمہاری اولاد اور تمہارے اموال فتنہ ہیں۔"

میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ اپنا خطبہ روک کر انہیں اٹھایا۔ (مسند احمد۔ ترمذی نمبر ۳۷۷۴، ابوداؤد، نسائی)

اعزاز و اکرام، ناز برداری اور فقید المثال محبت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے۔ ایک دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں کندھے پر سوار تھا۔ آپ ﷺ کبھی انکا بوسہ لیتے اور کبھی انکا، اسی حال میں ہم تک پہنچے۔

(اخرجہ احمد فی فضائل الصحابہ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی ولہ شواہد)

میرے لختِ جگر میری پیٹھ پر سوار تھے اس لیے جلدی کرنا مجھے اچھا نہ لگا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (بسا اوقات) سجدہ فرماتے اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آکر آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ ﷺ سجدہ لمبا فرما دیتے۔ چنانچہ آپ ﷺ سے عرض کیا جاتا کہ آپ نے سجدہ لمبا فرمادیا؟ تو آپ ﷺ فرماتے "میرے لختِ جگر میری پیٹھ پر سوار تھے اس لئے جلدی کرنا مجھے اچھا نہ لگا۔"

(ابو یعلی، رجالہ ثقات)

ماَمتا اور محبت و شفقت:

سعید ابن ابو راشد یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف آرہے تھے، آپ ﷺ نے (آگے بڑھ کر) فورا انہیں سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا اولاد عموماً بزدلی اور بخل کا سبب بنتی ہے۔

(رواہ احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ حسن)

ایک آگے اور دوسرا پیچھے:

حضرت ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے کہ اسی طرح آپ ﷺ کو اپنے حجرۂ مبارکہ تک پہنچایا، کہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ ﷺ کے آگے اور دوسرے آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ (مسلم نمبر ۱۲۲)

رسول اللہ ﷺ کی رحمت و شفقت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا، یارسول اللہ! میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، وہ خود بھی رحم سے محروم رہتا ہے۔“ (ابوداؤد نمبر ۵۲۱۸)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا:

زبیر بن بکار سلیمان بن داروردی سے وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اس وقت بیعت لی جبکہ یہ حضرات سنِ بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے۔ یہ

فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہمارے علاوہ کسی اور کو بیعت نہیں فرمایا۔

(البدایہ و النہایہ ج۸، ۲۲۶)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک میں..... دیکھو! اسے رُلانا نہیں:

علی بن حسین بن واقد سے ان کے والد نے اور انہیں ابو غالب نے بیان کیا، وہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرما رکھا تھا کہ انہیں یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی بات پر رلانا نہیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے کہ جبریلِ امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خانہ سے فرمادیا کہ کسی کو اندر (ہمارے پاس) نہ آنے دینا اتنے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں روتا دیکھ کر فوراً دروازہ کھول دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج۳،ص۲۸۹ واسنادہ حسن)

انہیں مت روکو:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر جا چڑھتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں روکنا چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے منع فرمادیتے کہ انہیں مت روکو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو انہیں اپنی گود میں بٹھا لیتے اور فرماتے کہ: ”جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے بھی محبت رکھے۔“

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبزادوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ: ”بھئی تمہاری سواری تو کیا ہی عمدہ ہے۔“ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں

صحبت کی مختلف جھلکیاں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا

مصاحبت کے مختلف انداز:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ایسے مختلف انداز اور انواع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی کہ ہر نوع ایک عظیم فائدے اور اہمیت پر مشتمل ہے۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے مقام اور مرتبے کا تعلق ہے وہ تو بیان و الفاظ کے احاطے سے باہر اور انسانی تصورات سے بالاتر اور بعد میں آنے والوں کے لئے اس کی توقع بے سود ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اس شرف اور مجد پر مستزاد یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھرانہ کے افراد کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی خصوصیت کے ساتھ بیعت فرمایا۔ مندرجہ بالا بیان کی تصدیق کے لئے ذیل میں احادیث پیش کرتے ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کی ہم نشینی کا شرف:

علی بن حسین بن واقد فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا، انہیں ابو غالب نے اور انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرما رکھا تھا کہ انہیں (یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو کسی بات پر) رلانا مت۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ جبریل امین تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔

اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت انہیں قتل کرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ مسلمان ہوتے ہوئے حسین کو قتل کریں گے؟ جبریلِ امین نے عرض کی۔ جی ہاں مسلمان ہی قتل کریں گے''۔ پھر جبریلِ امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سرزمین کی مٹی دکھائی جہاں وہ شہید ہوں گے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۸۹ اسنادہ حسن)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے مناجات میں مشغول

اور حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سوار:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہو گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں روکنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارے میں منع فرما دیا کہ انہیں کچھ مت کہو۔ نماز پوری فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا: ''جسے مجھ سے محبت ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت رکھے۔''

(ابو یعلی، طبرانی)

خطبے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت:

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ لباس پہنے گرتے پڑتے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو منبر سے نیچے تشریف لائے اور ان دونوں جگر پاروں کو اٹھا کر منبر پر اپنے قریب بٹھایا اس کے

بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ:

"انما اموالکم و اولادکم فتنه"

یعنی تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہے

میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا اور اپنی بات روک کر انہیں اٹھایا۔ (اخرجہ امام احمد والترمذی فی المناقب نمبر ۳۷۷۴، ابوداؤد والنسائی)

سرِ راہ آپ ﷺ کی مصاحبت:

ابو یعلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں کھانے کیلئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ انہیں پکڑنے کیلئے دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے آپ ﷺ بھی انکے پیچھے دل لگی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے دے کر دوسرے ہاتھ سے گدی کی جانب سے پکڑا اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

آپ ﷺ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دل لبھانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کے پاؤں کو اپنے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا ہے۔ (جس طرح عموماً بچوں سے دل لگی کے لئے کرتے ہیں) اور آپ ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ ننھے منے بچے اوپر چڑھو، ننھے منے بچے اوپر چڑھو! (فضائل صحابہ، امام احمد)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیتاب و مضطرب ہو جانا:

علامہ طبرانی نے ثقہ رواۃ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو مروان ان کے پاس آیا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ جس وقت سے ہم لوگ اکٹھے رہنے لگے ہیں اس وقت سے تمہاری ایک بات پر میں خفا ہوں کہ تم حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہو۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو پہلے لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ذرا غور سے سن! میں اس واقعے کا چشم دید گواہ ہوں، کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سفر میں ساتھ تھے، دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رونے کی آواز آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اپنی سواری تیز کر کے ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ شاید پانی مل جائے، ان دنوں پانی کی بہت قلت تھی اور قافلے والوں کی تعداد بہت زیادہ (جب آپ کو اپنے مشکیزے میں پانی نہ ملا تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ والوں میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس پانی ہو تو لائے؟ سب نے اپنے اپنے مشکیزوں کو دیکھا مگر ایک قطرہ پانی بھی نہ ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک بچہ مجھے پکڑا دو؟ انہوں نے چادر کے نیچے سے ایک بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ کی کلائی مجھے دکھائی دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو لیا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا مگر بچہ خاموش نہ ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں ڈال دی جسے بچے نے چوسنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بچہ خاموش ہو گیا اور اس کی پیاس جاتی رہی۔ دوسرا بچہ مسلسل رو رہا تھا،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: دوسرا بھی مجھے دو؟ انہوں نے دوسرا بھی آپ کے حوالے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہوگیا اور ان کی پیاس بھی جاتی رہی۔ (رواہ الطبرانی باسناد رجالہ ثقات)۔ (در الصحابہ للشوکانی)

مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں نمازِ عشاء پڑھتے تھے، (عموماً ایسا ہوتا کہ جب) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر چڑھ بیٹھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو انہیں پیچھے سے ہاتھ گھما کر آہستہ سے پکڑتے اور ایک طرف زمین پر بٹھا دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ سجدہ فرماتے تو وہ بھی دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمالی تو انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہیں گھر نہ پہنچادوں؟ چنانچہ اتنے میں ایک روشنی نمودار ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ دونوں گھر کے اندر نہ چلے گئے، وہ روشنی برابر قائم رہی۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشک بار ہونا:

عبداللہ بن نجی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خادم تھے کہ وہ ایک سفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، صفین کی طرف جارہے تھے، ہم لوگ جس وقت نینویٰ بستی کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ابوعبداللہ ٹھہر جایئے! ابوعبداللہ ذرا فرات کے کنارے رکیے! میں نے عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمانے لگے میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں پرنم ہیں، میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہیں خیر تو ہے؟ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ فرمایا کہ کسی نے نہیں ستایا، دراصل بات یہ ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے جبریلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔اس کے بعد فرمایا اگر چاہو تو اس سرزمین کی مٹی آپ کو سنگھاؤں؟ میں نے کہا ضرور لایئے اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی مٹی مجھے تھما دی، اس پر میرے آنسو بہہ نکلے۔

(مسند احمد، اسنادہ صحیح)

آپ ﷺ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نگہداشت کا اہتمام فرمانا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ دم فرمایا کرتے تھے۔

"اعیذ کما بکلمة الله التامة من کل شیطان وهامة و من کل عین لامة"

"اس کے بعد فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی کلمات کے ساتھ دم فرمایا کرتے تھے"۔ (ترمذی حدیث نمبر ۲۰۶۰)

آپ ﷺ کے سجدہ فرمانے کی صورت میں آپ ﷺ کے ساتھ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ سجدہ فرماتے اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آکر آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے جس کی وجہ سے آپ ﷺ سجدہ طویل فرمادیتے۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا جاتا کہ یارسول اللہ! آپ نے سجدہ بہت طویل فرمایا (کیا بات تھی؟) تو آپ ﷺ فرماتے میرے بیٹے میری کمر پر سوار تھے اس

لئے جلدی کرنا اچھا نہ لگا۔

(ابو یعلی رجالہ ثقات)

آپ ﷺ کی گود مبارک میں:

سعید بن ابو راشد حضرت یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے سینے مبارک سے چمٹا لیا اور فرمایا: اولاد عموماً بزدلی و بخیلی کا سبب بنتی ہے۔ (امام احمد، فضائل الصحابہ)

آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے سفید خچر پر:

حضرت ایاس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا، سیدنا حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ ﷺ کے آگے اور دوسرے آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، میں نے اسی حالت میں تینوں حضرات کو حجرہ شریف میں داخل کر دیا۔

(مسلم حدیث نمبر ۶۳۶۰)

کھجور کٹنے کے ایام میں آپ ﷺ کی مصاحبت:

محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کھجور کٹنے کے زمانے میں آپ کی خدمت میں صدقہ کی کھجوریں لائی جاتی تھیں، ہر کوئی اپنے اپنے باغ کی کھجور لاتا یہاں تک کہ کھجور کا ایک بڑا ڈھیر لگ جاتا، ایک مرتبہ اسی طرح کھجور کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور کھجوروں سے کھیلنے لگے (کھیلتے ہوئے) ایک صاحبزادے نے ایک کھجور اٹھائی اور اپنے منہ میں ڈال لی آپ ﷺ کی نگاہ پڑی تو آپ ﷺ نے فوراً وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ محمد ﷺ کا گھرانہ صدقے کا مال نہیں

کھاتا۔" (بخاری حدیث نمبر ۱۳۸۵)

آپ ﷺ کے کندھے پر بیٹھ کر آپ کی مصاحبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ ساتھ تھے ایک دائیں کندھے پر سوار تھا اور دوسرا بائیں کندھے پر۔ آپ ﷺ کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی اسے۔ اسی حالت میں ہم تک پہنچے۔ (امام احمد فضائل الصحابہ)

آپ ﷺ کا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پاس بلا کر پیار کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے گھرانے کے افراد میں کن سے زیادہ محبت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ! وہ آتے تو آپ ﷺ انہیں سینے سے لگاتے اور پیار فرماتے۔ (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۲)

چادر کے اندر آپ ﷺ کی مصاحبت:

حضرت صفیہ بنت شیبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک روز صبح کے وقت تشریف لائے۔ آپ سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تھے، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں لپیٹ لیا، کچھ دیر بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی آئے تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھا لیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھا لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی چادر اڑھا لی اور اس کے بعد فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

(احزاب)

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے''

(بیان القرآن) (مسلم حدیث نمبر ۶۲۶۱)

وہ مقام و مرتبہ جہاں تک کسی اور کی رسائی ممکن نہیں:

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کی بہار ہیں۔ (بخاری حدیث نمبر ۵۹۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت، بیعت فرماتے ہوئے:

سلیمان داوردی حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی میں (بلوغت سے قبل ہی) بیعت فرمالیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کو بچپن میں بیعت نہیں فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو
حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے
مقام ومرتبے سے باخبر کرنا
اور اسی نوع کی دیگر احادیث

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مہتم بالشان ہونے پر متنبہ فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتاً فوقتاً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان پر تنبیہ فرماتے رہتے تھے اور مختلف موقع ومحل ومناسبت کے لحاظ سے اس طرف اشارہ فرماتے رہتے تھے یہ تنبیہات مختلف حقائق، حکمتوں اور پہلوؤں پر مشتمل ہوتی تھیں، کبھی اشارۃً ہوتی اور کبھی علی الاعلان تاکہ کوئی شبہ میں نہ پڑا رہے بلکہ ہر ایک پر اتمام حجت ہو اور خانوادۂ نبوت کی شان اور عظمت ظاہر ہو۔ مندرجہ ذیل احادیث سے اس کی تصدیق وتائید ہوتی ہے جس میں کذب کا شائبہ تک نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بذات خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرمانا:

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ؟ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں بلکہ اس کا نام تو ''حسن'' ہے، پھر جس وقت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام بھی ''حرب'' تجویز کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں نے اس کا حرب رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں! بلکہ اس کا نام تو ''حسین'' ہے۔ جب تیسرے بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے پھر اس کا

نام حرب رکھا، چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا میرا بیٹا دکھاؤ؟ تم نے اس کا کیا نام تجویز کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس کا نام حرب رکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو محسن ہے۔ میں نے ان کے نام ہارون علیہ السلام کے بچوں کی طرح رکھے ہیں کہ ان کے بچوں کے نام شبر، شبیر اور مشبر تھے۔ (الامام احمد ورجالہ ثقات)

حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں

اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے

"حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسولؐ ہے"

یعلی بن مرہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت میں جا رہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک گلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ ہم سے آگے بڑھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے ارادے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ ﷺ بھی ان سے دل لگی فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک دست مبارک ان کی ٹھوڑی کے نیچے دیا اور دوسرے ہاتھ سے گدی پکڑ کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے، میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول ہے۔

(ابن ماجہ ۱۴۳)

میں تم اور یہ دونوں......

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ میں، تم اور یہ دونوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہ سونے والا یعنی علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے:

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ وہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک جانب بٹھایا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری جانب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گود میں دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا: رحمة اللّٰہ علیکم اهل البیت ۔ یعنی اس گھرانے پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط)

جس کے ساتھ تمہاری جنگ، اس کے ساتھ میری جنگ اور جس کے ساتھ تمہاری صلح، اس کے ساتھ میری صلح:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: جس کے ساتھ تمہاری جنگ اس کے ساتھ میری جنگ اور جس کے ساتھ تمہاری صلح اس کے ساتھ میری بھی صلح اور امام احمد کی روایت میں یوں ہے: جو تم سے لڑے گا، اس کے ساتھ میری بھی لڑائی اور جو تم سے صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح۔ (ترمذی حدیث نمبر ۳۸۷)

جس نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

داؤد بن ابو عوف ابو جحاف سے مروی ہے، جو انتہائی ثقہ تھے، وہ ابو حازم سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''جس نے حسن وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔'' (ابن ماجہ نمبر ۱۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ہماری طرف تشریف لائے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ تھے ایک دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں پر سوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی انہیں بوسہ دیتے اور کبھی انہیں اسی طرح ہم تک پہنچے۔

(فضائل الصحابہ للامام احمد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیاطین ودیگر موذیات سے حفاظت کے لئے دم کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یوں دم فرماتے تھے۔

''اعیذ کما بکلمة اللہ التامة من کل شیطان وھامة ومن کل عین لامة''

اس کے بعد فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمٰعیل اور اسحٰق علیہ السلام کو اسی طرح دم فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی حدیث نمبر ۲۰۶۰)

یہ دونوں میری دنیا کی بہار ہیں:

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کی بہار ہیں۔''

(بخاری حدیث نمبر ۵۹۹۴)

حسین ﷜ میری جرأت وسخاوت کا وارث ہوگا:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ مرض الموت میں تھے۔ عرض کرنے لگیں، یارسول اللہ! یہ آپ کے نواسے آئے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عنایت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا حسن ﷜ میری سیادت وہیبت اور حسین ﷜ میری جرأت وسخاوت کا وارث ہوگا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

جس کو مجھ سے محبت ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے:

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے ہوتے، جب سجدہ فرماتے تو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ بیٹھتے، صحابہ کرام روکنے لگتے تو آپ اشارے سے منع فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو۔ نماز پوری فرما کر آپ ﷺ انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھاتے اور فرماتے، جس کو مجھ سے محبت ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔ (اخرجہ ابویعلی ورجالہ ثقات)

میں تمہارے درمیان چھوڑے جارہا ہوں:

حضرت جابر بن عبداللہ ﷜ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے روز اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار دیکھا کہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کتاب اللہ اور میرے اہل بیت، میرا گھرانہ ہے۔ (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۶)

آپ ﷺ کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقے میں دو مینڈھے ذبح کرنا:

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقیقے میں دو دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ (نسائی حدیث نمبر ۴۲۲۴)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ کی شہادت کہ یہ زمین پر چلتا پھرتا جنتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے، کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو یہی بات فرماتے سنا ہے۔

(ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح)

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ "اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے"

صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں لپیٹ لیا۔ کچھ دیر بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی چادر میں داخل فرمالیا اس کے بعد آیت تلاوت فرمائی:

"انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا"
یعنی "اے گھر والو! اللہ کو یہ منظور ہے کہ تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے۔" (الاحزاب)

انہیں رلانا مت:

علی بن حسین بن واقد فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا، انہیں ابو غالب نے خبر دی اور وہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو فرما رکھا تھا کہ اسے یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو رُلانا مت، چنانچہ ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تھے اتنے میں جبریلِ امین تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کسی کو بھی ہمارے پاس نہ آنے دینا۔ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں جانے دیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں جا بیٹھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی انہیں اپنا محبوب بنالے:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گود میں کچھ اٹھائے ہوئے تھے، مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی گود مبارک میں کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ میرے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر ہٹادی تو دیکھا کہ ایک طرف حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حسین رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ دونوں میرے نواسے میری بیٹی کے لختِ جگر ہیں، اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی انہیں اپنا محبوب بنالے اور جو ان سے محبت کرے اسے بھی اپنا محبوب بنالے۔"

(ترمذی ۳۷۶۹)

میں تیرے اس لختِ جگر کے بدلے قتل کروں گا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار افراد قتل کیے ہیں اور تیرے اس لختِ جگر کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار افراد کو قتل کروں گا۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح وافقہ الذہبی علی شرط مسلم)

تم میں سے جو وہاں موجود ہو وہ ان کی مدد کرے:

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کی سرزمین پر جسکا نام کربلا ہے شہید ہوگا تم میں سے جو وہاں موجود ہو وہ ان کی مدد کرے۔ (اخرجہ البغوی والطبرانی باسنادرجالہ ثقات)

حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں، ہاں مگر جو فضیلت مریم بنتِ عمران کو حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔ (اخرجہ الامام احمد فی مسندہ واسنادہٗ صحیح)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں اذان دینا:

عاصم بن عبید اللہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ ابو رافع سے کہ جب سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔

(ابونعیم معرفۃ الصحابہ)

آپ ﷺ کا لختِ جگر!

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی ایک سے فرمایا: ’’میرے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا تھا جو پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سرزمین کی مٹی دکھلا سکتا ہوں، (یہ کہہ کر) اس نے مجھے سرخی مائل مٹی دکھائی۔‘‘

(مسند احمد)

شہداءِ کربلا

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شہداء کی تعداد:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ ھ کے ابتداء میں بروز جمعہ اور ایک قول کے مطابق بروز ہفتہ یوم عاشورہ ۱۰ محرم الحرام کو سرزمین عراق کے مقام کربلا میں شہید ہوئے وہاں آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے، شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ۷۲ افراد شہید ہوئے قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے انہیں شہادت کے ایک روز بعد دفن کیا۔ شہادت کے بعد آپ کے اہل بیت و انصار کے سرجدا کر کے عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پیش کیے گئے جن کی تعداد ستر تھی۔

شہداء اہل بیت کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

۲۔ ابوالفضل عباس بن علی، شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۴ سال تھی۔

۳۔ جعفر بن علی رضی اللہ عنہ، ۱۹ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

۴۔ عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ، ۲۵ سال کی عمر میں شہید ہوئے

۵۔ محمد بن علی جو محمد اصغر کے نام سے معروف تھے۔

۶۔ ابوبکر بن علی

۷۔ عثمان بن علی ۲۱ سال کی عمر میں شہید ہوئے

۸۔ علی بن حسین جو اکبر کے نام سے معروف تھے ان کی کنیت ابوالحسن تھی، والدہ کا نام لیلیٰ تھا۔ ان سے نسل نہیں چلی۔

۹۔ عبداللہ بن حسین ان کی والدہ کا نام ام البنین تھا ۲۵ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ ان سے بھی نسل نہ چلی۔

۱۰۔ ابوبکر بن حسن

۱۱۔ عبداللہ بن حسن

۱۲۔ قاسم بن حسن

۱۳۔ عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب

۱۴۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب

۱۵۔ جعفر بن عقیل بن ابی طالب

۱۶۔ عبدالرحمٰن بن عقیل

۱۷۔ عقیل بن ابی طالب

۱۸۔ مسلم بن عقیل

۱۹۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل

۲۰۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل

۲۱۔ سلیمان مولی حسین بن علی

۲۲۔ منجح مولی حسین

۲۳۔ عبداللہ بن یقطر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت و مدد کی ترغیب دینا

اور اس باب سے تعلق رکھنے والی دیگر باتیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت و مدد کی ترغیب دینا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت، عزت اور ان کی نصرت جملہ مسلمین پر واجب ہے انہیں تقدس و احترام کا وہ مرتبہ و مقام دینا ضروری ہے کہ انکا ذکر مبارک بھلائی اور خیر ہی سے کیا جا سکے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر القرون میں ان ہستیوں کی موجودگی میں ذکر فرمائی تھی، جنکے بارے میں رضی اللہ عنهم و رضوا عنه کا پروانہ صادر ہو چکا تھا۔ اسی عقیدے اور اساس کو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم، خیار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام نے اپنایا، اسی پر علماء اہل سنت والجماعت رہے، اب یہ ایسا ٹھوس و مستحکم عقیدہ اور اساس بن چکا جس میں بحث و تمحیص کی گنجائش نہیں رہی اور ان مسلمات میں سے ہو چکا جس میں دو نظریے نہیں چل سکتے اور نہ ہی اختلاف واقع ہو سکتا ہے۔ مندرجہ احادیث جس پر واضح دلالت کرتی ہیں اور اس کی طرف داعی ہیں۔

میرا گھرانہ میرے اہل بیت!

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے، اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے انہیں تھامے رکھا تو تم گمراہ نہیں ہو سکتے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میرا گھرانہ میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۶)

ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں

کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک دوسری سے عظمت والی ہے، ایک اللہ کی کتاب وہ اللہ کی ایک مضبوط رسی ہے۔ جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی اور دوسرا میرا گھرانہ میرے اہل بیت۔ جو میرے پاس حوض پر آنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ خیال رکھنا! تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۸)

جب اہل جنت کا باہمی تعاون ضروری ہے تو سردارِ جنت کا کیا کہنا:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں ہاں مگر جو فضیلت مریم بنت عمران کو حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔ (مسند احمد و اسنادہ صحیح)

سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنے والے کیلئے بشارت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، چنانچہ (میرے دستک دینے پر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ (بوجھ سا) اٹھائے ہوئے تھے مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنی ضرورت (کی بات کر کے) فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کیا اٹھائے ہوئے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ (میرے اس سوال پر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنی چادر مبارک) کھول کر دکھایا تو ایک پہلو میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے بیٹے میری بیٹی کے لخت جگر ہیں، اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت کرے، اسے بھی محبوب بنا لے۔

(ترمذی نمبر ۳۷۶۹)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے عمدہ سلوک کرنے والے کے لئے بشارت:

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن وحسین کو فرمایا: جس سے تم لڑو گے اس کے ساتھ میری بھی لڑائی ہوگی اور جس کے ساتھ تم صلح کرو گے اس کے ساتھ میری بھی صلح ہوگی۔ امام احمد کی روایت میں یوں آیا ہے: جو تم سے لڑے گا اس کے ساتھ میری بھی لڑائی ہوگی اور جو تم سے صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح ہوگی۔

(ترمذی ۳۸۷)

بارگاہ نبوی تک رسائی کا ذریعہ:

داؤد بن ابوعوف ابوالحجاف سے مروی ہے (یہ ثقہ راوی ہیں) وہ ابوحازم سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔''

(ابن ماجہ ۱۴۳)

اُسے چاہیے کہ ان سے محبت کرے!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر چڑھ بیٹھے، صحابہ کرام نے روکنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو انہیں اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: جسے مجھ سے محبت ہے اسے چاہیے کہ ان سے (بھی) محبت کرے۔ (اخرجہ ابویعلی ورجالہ ثقات)

اسے چاہیئے کہ ان کی نصرت کرے:

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کی اس سرزمین پر شہید ہوگا، جس کا نام کربلا ہے، تم میں سے جو وہاں موجود ہو اسے چاہئے کہ ان کی نصرت و مدد کرے۔ (اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات)

اللہ محبت کرے اس شخص سے جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے:

حضرت یعلی بن مرہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں کھانے کی ایک دعوت میں جا رہے تھے۔ راستے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے آگے بڑھ کر اپنے بازو مبارک پھیلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے دل لگی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکڑا اور اپنا ایک دست مبارک انکی ٹھوڑی اور دوسرا گدی پر رکھا اور ان کے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: ''حسین رضی اللہ عنہ میرا اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں اللہ محبت کرے اس شخص سے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسہ رسول ہے۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وظیفے کے برابر عطا فرمایا:

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وظیفے کے برابر وظیفہ مقرر فرمایا یعنی پانچ ہزار درہم۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۲۸۵)

ہر ایک کے لئے پانچ ہزار:

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمیؒ نے اپنے والد سے روایت کر کے بتایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی

وجہ سے وظیفے میں ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر رکھا۔ یعنی ہر ایک کے لئے پانچ ہزار درہم مقرر فرمائے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

اب میرا جی خوش ہوا:

حماد بن زید معمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ زہری سے وہ (زہری) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں میں کپڑے تقسیم فرمائے ان کپڑوں میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن آدمی بھیج کر ان حضرات کے لئے خاص قسم کا لباس منگوایا (جب وہ لباس ان شہزادوں نے زیب تن فرمایا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اب میرا جی خوش ہوا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عداوت سے ڈرانا

اور اس کے متعلق و مناسب دیگر اقوال

آپ ﷺ کا (لوگوں کو) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عداوت سے ڈرانا اور اس کے متعلق و مناسب دیگر اقوال

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے متعلق لوگوں نے بکثرت کتابیں لکھیں اور مختلف نظریات و افکار قائم کیے اور بے شمار روایات نقل کیں، مگر اس میں بہت سے قدم، قلم اور عقلیں جادۂ مستقیم سے ڈگمگا گئیں۔

ہم نے یہ مذکورہ اور سابقہ باب بطور خاص ذکر کیے کیونکہ اسلامی نظریے اور عقیدے کے ساتھ ان کا گہرا ربط اور شدید اتصال ہے دوسرے یہ کہ خیر خواہانہ نصیحت اور ادائے فریضہ کی گراں بار ذمہ داری سے بھی سبکدوشی حاصل ہو سکے، شاید کہ اس کے ذریعے وہ مریض قلوب جو شقاوت کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں جن کی بصیرت مفقود، اور ایمان تاریکی میں مستور ہوتا جا رہا ہے اور توفیق الٰہی گھٹتی جا رہی ہے، باز آجائیں اور صراط مستقیم کی طرف لوٹ آئیں۔

اے ہمارے پروردگار ہم تو بلا شبہ ایمان رکھتے ہیں ہمیں اس پر گواہی دینے والوں میں سے بنا دیجئے۔ مندرجہ ذیل احادیث اس کی ترجمان ہیں نیز اس بات کے مناسبات و متعلقات بھی مذکور ہیں۔

اس شخص کے دل میں ایمان آ نہیں سکتا!

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ قریش کی کسی جماعت کے پاس سے گذرتے اور وہ لوگ باتوں میں مشغول ہوتے تو ہمیں دیکھ کر اپنی باتیں روک دیتے ہم نے ان کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ باتوں میں مشغول ہوتے ہیں مگر جب میرے گھرانے سے کسی فرد کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات روک دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم کسی کے دل میں ایمان آ نہیں سکتا جب تک وہ میرے اہل بیت

سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ (ابن ماجہ، فی الفضائل الصحابہ، ۱۴۰)

ترمذی کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں غصے کی حالت میں آئے راوی فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کس بات پر غصے میں ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش کا ہمارے ساتھ عجیب رویہ ہے کہ وہ آپس میں کشادہ روی سے ملتے ہیں اور ہمارے ساتھ ترش روئی سے پیش آتے ہیں، راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوگئے، آپ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس شخص کے دل میں ایمان نہیں آسکتا جو اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے تم سے محبت نہ کرے۔ (ترمذی ۳۷۵۸)

جو تم سے لڑے گا، میں ان سے لڑوں گا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا کہ جس کے ساتھ تم لڑو گے اس کے ساتھ میری بھی لڑائی ہے اور جن کے ساتھ تم صلح کرو گے، اس کے ساتھ میری بھی صلح ہے۔ اور مسند احمد کی ایک روایت میں یوں ہے جو تم سے لڑے گا اس کیساتھ میری بھی لڑائی ہے اور جو تمہارے ساتھ صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا ایمان کا سودا کرنے کے مترادف ہے:

داؤد بن ابو عوف ابو جحاف، ابو حازم سے نقل کرتے ہیں اور یہ ثقہ راوی تھے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے گویا میرے ساتھ محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے گویا مجھ سے بغض رکھا۔ (ابن ماجہ ۱۴۳)

خیال رکھنا کہ تم ان کے ساتھ میرے بعد کیسا برتاؤ کرتے ہو:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے موقع پر قصویٰ نامی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے، لوگو میں تمہارے لئے وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری چیز میرا گھرانہ، میرے اہل بیت ہیں۔ (ترمذی ۳۷۸۶)

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک دوسری سے نہایت عظیم الشان ہے۔ ایک کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی اللہ کی رسی ہے، دوسری چیز میرا گھرانہ میرے اہل بیت ہیں میرے پاس حوض پر وارد ہونے تک ان میں تفریق نہیں ہو سکتی، دیکھنا! تم لوگ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔ (ترمذی ۳۷۸۸)

مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے گھرانے کے بارے میں اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں (کہ تم میرے گھرانے کے بارے میں اس سے ڈرتے رہنا)۔

میں تیرے اس بیٹے کے بدلے میں قتل کروں گا!!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار افراد کو قتل کیا تھا اور تیرے اس بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے اس سے دوہرے یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار کو قتل کروں گا۔

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہونے والی غیبی خبریں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہونے والی غیبی خبریں:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بے شمار غیبی خبریں وارد ہوئی ہیں جن کا تعلق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حسن عاقبت سے ہے اور درحقیقت یہ ان کے عظیم الشان منصب، بلند رتبی اور اس عظیم الشان انسان کو پیش آنے والے واقعات وحوادثات کی غیبی تفسیر ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ مقتول (شہید) ہو کر رہے گا:

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت ام سلمہ (ان دونوں میں سے کسی ایک) سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (میں سے کسی ایک) سے فرمایا: میرے پاس ابھی ایک ایسا فرشتہ آیا تھا جو آج سے قبل کبھی نہیں آیا اس نے مجھے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیٹا حسینؓ قتل ہو کر رہے گا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو میں اس سرزمین کی مٹی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھا سکتا ہوں، جہاں وہ شہید ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر اس نے مجھے سرخ رنگ کی مٹی لا کر دکھائی۔ (اخرجہ احمد واسنادہ صحیح)

حسین رضی اللہ عنہ کو میرے بعد شہید کیا جائے گا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جبریلؑ نے مجھے

بتایا کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ عمدہ ترین سرزمین میں شہید کیا جائے گا، اور مجھے اس سرزمین کی یہ مٹی لا کر دکھائی اور بتایا کہ وہاں ان کی شہادت ہوگی۔

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وھو فی در السحابہ للشوکانی)

اس شخص (علی) کی اولاد سے ایک شخص ایسی جماعت کے ساتھ شہید کیا جائے گا کہ ان کے گھوڑوں کا پسینہ بھی خشک نہ ہونے پائے گا:

ابو نعیم عبد الجبار بن عباس سے روایت کرتے ہیں، وہ عمار دہنی سے کہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا گذر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو فرمایا: اس شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی اولاد سے ایک شخص ایسی جماعت کے ساتھ شہید کیا جائے گا کہ ان کے گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں گے۔

(ابھی یہ بات ہوئی ہی تھی کہ) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گذر ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا شہید ہونے والے یہ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، کچھ دیر بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ہیں؟ فرمایا: ہاں!"۔

(سیر اعلام النبلاء)

عنقریب آپ کی امت انہیں قتل کردے گی:

علی بن حسین بن واقد فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا، انہیں ابو غالب نے خبر دی وہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا: انہیں (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو رلانا مت! چنانچہ ایک روز حضرت ام سلمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تھے حضرت جبریلؑ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: کسی کو ہمارے پاس اندر نہ آنے دینا، اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے، انہیں آپ ﷺ کے پاس اندر جانے سے روکا گیا تو وہ رونے لگے۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اندر جانے دیا، وہ اندر جا کر آپ ﷺ کی گود مبارک میں جا بیٹھے، حضرت جبریلؑ نے فرمایا: عنقریب آپ کی امت اسے قتل کر دے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اہل ایمان ہو کر وہ اسے قتل کر دیں گے؟ جبریلؑ نے فرمایا: ہاں اور پھر آپ ﷺ کو اس سرزمین کی مٹی دکھائی (جہاں وہ شہید ہوں گے)۔ (سیر اعلام النبلاء واسنادہ حسن)

میں تیرے اس بیٹے کے بدلے قتل کروں گا......

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار انسانوں کو قتل کیا تھا اور تیرے اس بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر (دوگنا) ایک لاکھ چالیس ہزار کو قتل کروں گا۔
(اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خواب کی اہمیت:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ نصف النہار کا وقت ہے آپ ﷺ غبار آلود پراگندہ حال ہیں، آپ کے پاس ایک خالی بوتل ہے جس میں آپ خون بھر رہے ہیں، یا کوئی اور چیز ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے آج پورے دن یہی سمیٹتا رہا ہوں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خواب کی وہ تاریخ محفوظ کر لی اور تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی روز شہید کیے گئے تھے۔

(اخرجہ احمد و اسنادہ قوی)

آپ ﷺ نے تصریح فرمادی تھی کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے شہید ہوں گے:

عبداللہ بن نجی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں وضو وغیرہ کی خدمت کیلئے ساتھ رہا کرتے تھے، صفین جاتے ہوئے جب نینویٰ نامی بستی کے قریب سے گذرنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر فرمایا:

ابو عبداللہ! ٹھہریے......

ابو عبداللہ دریائے فرات کے کنارے ٹھہریے۔

وہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: حضرت کیا بات ہے؟

فرمانے لگے: میں ایک روز آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہیں۔

میں نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا: یارسول اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟

آپ ﷺ کے آنسو مبارک کیوں بہہ رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نے ناراض نہیں کیا بلکہ ابھی ابھی جبرائیل یہاں سے گئے ہیں

انہوں نے مجھے بتایا: حسین رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔

فرمایا اس کے بعد جبرائیل نے مجھ سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو اس سرزمین کی مٹی لا کر آپ کو سونگھا سکتا ہوں۔

میں نے کہا: ضرور سونگھایئے، چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر میرے حوالے کر دی اس پر میں ضبط نہ کر سکا، اور میرے آنسو بہہ نکلے۔ (اخرجہ احمد فی مسندہ)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں

ان کا مقام و مرتبہ اور اس سے متعلقہ

فضائلِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور نبوی قافلہ

سیدنا حسین ﷛ خلفائے راشدین ﷡ ودیگر صحابہ ﷡ کی صحبت میں

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین ودیگر صحابہ ﷡ کی صحبت پائی ہے انہیں ان کے ہاں نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، وہ تمام کے تمام اللہ کے جوار رحمت میں اس طرح منتقل ہوئے کہ ان سے انتہائی راضی اور خوش تھے، متعلقہ باب کی جملہ احادیث ملاحظہ ہوں کہ یہ باب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبے کے تعین میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس طرح دیگر ابواب سے بھی اس کا شدید اتصال ہے۔

ابن کثیر ﷫ کی گواہی:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور معاصرت میسر رہی تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے راضی اور خوش تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ تمام حضرات آپ کا اکرام فرماتے اور تعظیم بجالاتے، پھر اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے ان سے احادیث روایت کیں۔ جمل وصفین وغیرہ تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے ان کی نگاہوں میں قابل احترام وتعظیم رہے، ہر معاملے میں اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے، جب خلافت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ہاں آتے جاتے، وہ بھی انہیں مرحبا اور خوش آمدید فرماتے، اور بے انتہا اکرام فرماتے، خوب ہدایا پیش کرتے ایک روز دو لاکھ کا نذرانہ دونوں بھائیوں کی خدمت میں پیش کیا اور

(بطور مزاح) فرمایا: یہ لے لو، میں بھی تو آخر ہندہ کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم اتنی بڑی مقدار میں نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے دیا ہوگا اور نہ کوئی میرے بعد دے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا اللہ کی قسم آپ رضی اللہ عنہ بھی نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد ہم سے بہتر انسانوں کو دے سکے اور نہ ہی دے سکو گے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ انہیں ہدایا سے نوازتے اور اعزاز و اکرام فرماتے۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حرمت و عزت کا خیال رکھنے کی وصیت:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھنا۔ (اخرجہ البخاری فی کتاب المناقب)

ثانیٔ خلفاء راشدین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نظروں میں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام و مرتبہ:

یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان حضرات کا غایت درجہ اعزاز و اکرام فرماتے تھے اور ہر ایک کو ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وظیفے کے برابر عطیہ مرحمت فرماتے۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ لباس آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سب کے سب حضرات صحابہ کرام کے بچوں میں تقسیم فرما دیے، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان میں سے کچھ بھی نہیں دیا اور یوں فرمایا: ان میں ان حضرات کے شایان شان کوئی لباس نہیں، اس کے بعد یمن

کے گورنر کے نام پیغام بھیج کر ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شایان شان دو جوڑے بنوائے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مابین ایک گفتگو:

یحییٰ بن سعید انصاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گیا اور ان سے کہا کہ: میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر سے نیچے اترو! اور اپنے باپ کے منبر پر جا چڑھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں تھا (فرماتے ہیں کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میں بیٹھا ہوا کنکریاں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ جب (خطبے سے فارغ ہوکر) منبر سے نیچے تشریف لائے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور فرمایا: یہ بات تمہیں کس نے سکھائی تھی؟ میں نے عرض کیا: واللہ کسی نے بھی نہیں سکھائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا باپ تم پر فدا ہو ہمارے ہاں تشریف لایا کیجئے! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ایک روز میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو (معلوم ہوا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوت میں ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی (اجازت نہ ملنے کی بناء پر) دروازے سے واپس ہو رہے تھے، چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوگیا، اس کے بعد کسی اور ملاقات میں مجھے فرمانے لگے: کیا بات ہے نظر نہیں آتے؟ میں نے عرض کیا امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا مگر آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوت میں تھے اور ابن عمر بھی اجازت نہ ملنے پر واپس ہو رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوگیا۔ فرمانے لگے: تم ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کے زیادہ حقدار تھے، ہمارے سروں میں جو سفیدی تم دیکھ رہے ہو وہ اللہ کے کرنے سے ہوئی ہے مگر ظاہری سبب تم ہی بنے ہو۔

(سندہ صحیح الاصابہ لابن حجر)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وظیفہ برابر مقرر فرمایا تھا:

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وظیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وظیفے کے برابر یعنی پانچ ہزار مقرر فرمایا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

اب میرا جی خوش ہوا!

حماد بن زید معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے بچوں میں کپڑے تقسیم فرمائے، ان میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہ تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے یمن کے گورنر کے پاس پیغام بھیج کر ان کے شایان شان لباس منگوایا اور فرمایا: اب میرا جی خوش ہوا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی نگاہوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام:

یونس بن ابو اسحٰق عیز ار بن حریث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اچانک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا: یہ نوجوان آسمان والوں کی نگاہوں میں تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(البدایہ والنہایہ۔ ج ۸، ص ۲۲۶)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام:

ابن ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کیا (کہ آیا وہ پاک ہے یا ناپاک)؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے

اس سے پوچھا کہ کس علاقے سے تعلق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عراق کا باشندہ ہوں!
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عراقیوں نے نبوت کے جگر پارے کو قتل کر ڈالا اور یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کے پھول (اور بہار) ہیں۔

(اخرجہ البخاری فی کتاب الادب نمبر۵۹۹۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نگاہوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام:

رزین بن عبید فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں (دیکھ کر) فرمایا: محبوب بن محبوب کو مرحبا و خوش آمدید ہو۔ (اخرجہ الامام احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نگاہوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقامِ عزت و عظمت:

ابن مہزم فرماتے ہیں کہ: ”ہم ایک جنازے میں شریک تھے، اتنے میں دیکھا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی جھاڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔“ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

کی مصاحبت میں

ان کی نگاہوں میں ان کا مقام

اور ان کے ساتھ پیش آمدہ حالات

اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصاحبت......

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی خوب صحبت پائی، زندگی کا ایک بڑا حصہ ان کے ساتھ گذارا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے پاس ملنے تشریف لے جاتے، ان حضرات کے ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ جن سے محبت، اتفاق، تواضع، کرم اور سخاوت جیسے عمدہ اوصاف پھوٹتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان سے راضی وخوش ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے، مندرجہ ذیل واقعات ہمارے اس بیان پر شاہد عدل ہیں۔ جو مشتے نمونہ از خروارے کا مصداق ہیں۔ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وصال ہونے لگا تو دونوں بھائیوں کو بلایا اور مندرجہ ذیل وصیت فرمائی:

"میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور دیکھو دنیا کے طالب نہ بننا اگرچہ وہ (دنیا) تمہیں تلاش کرتی پھرے، کسی چیز کے نہ ملنے پر جزع فزع نہ کرنا، ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، پریشان حال کی دستگیری کرنا، آخرت کے لئے جمع رکھنا، ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرنا، کتاب اللہ کو زندگی کا نصب العین بنائے رکھنا اور دیکھنا! اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔"

سفر حج میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصاحبت:

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حج کو نکلے ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا اور بھوک و پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا، اچانک دور ایک خیمہ دکھائی دیا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں صرف ایک بڑھیا ہے، اس سے پوچھا کہ: آپ کے ہاں

پینے کی کوئی چیز ہے؟ بڑھیا نے کہا: ہاں ہے، ان حضرات نے بڑھیا کے ہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے پاس صرف ایک کمزوری بکری تھی کہنے لگی: اس بکری کا دودھ نکال کر پی لو۔ ان حضرات نے دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر پوچھا کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ وہ بولی: یہی بکری ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ جب تک میں لکڑیاں جمع کروں اس وقت تک تم میں سے ایک شخص اس بکری کو ذبح کر لے اور پھر اسے بھون کر کھالو چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا اور وقت ٹھنڈا ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے، چلتے وقت بڑھیا سے کہا، ہم قریشی لوگ ہیں حج کے لئے مکہ جا رہے ہیں۔ بعافیت لوٹ آئیں تو ہمارے ہاں آنا ہم تمہیں اس بھلائی کا بہترین بدلہ دیں گے، یہ کہا اور چلے گئے، اس کا شوہر آیا تو اس نے سارا قصہ شوہر کو سنایا وہ سن کر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جن کو جانتی نہ پہچانتی ان کے لئے بکری ذبح کر ڈالی اور کہتی ہے کہ قریشی لوگ تھے!!

کچھ عرصے بعد میاں بیوی کی نوبت فاقے کو پہنچی تو مجبور ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور یہاں اونٹ کی مینگنیاں چننے لگے، بڑھیا مینگنیاں چنتی ہوئی ایک گلی سے گزری، مینگنیاں جمع کرنے کا ٹوکرا ساتھ تھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی پہچان لیا اور آواز دے کر کہا: بڑی بی آپ مجھے جانتی ہیں؟ وہ کہنے لگی نہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں فلاں مقام پر فلاں سن میں فلاں روز آپ کا مہمان بنا تھا! وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نہیں پہچان سکی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نہیں پہچان سکی تو کوئی بات نہیں میں نے تو تم کو پہچان لیا۔ اسکے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ صدقے کی بکریوں میں سے ہزار 1000 بکریاں خرید کر ان کے حوالے کر دو، اور ایک ہزار دینار نقد عطا فرمائے، اس کے بعد اپنے غلام کے ساتھ اسے اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا، غلام سے دریافت کیا کہ بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے کیا دیا ہے؟ اس نے بتا دیا تو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسی قدر (یعنی ہزار بکریاں اور

ہزار دینار نقدی) عطا فرمائے، پھر غلام کے ساتھ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، انہوں نے بھی دیکھتے ہی پہچان لیا، غلام نے بتایا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اتنا اتنا دیا ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے میرے پاس آتیں تب بھی میں ان دونوں کی پیروی کرتا، پھر دو ہزار بکری اور دو ہزار دینار کا حکم صادر فرمایا، اس طرح وہ بڑھیا تمام اہل مدینہ سے زیادہ مالدار بن کر لوٹی۔ (البدایہ والنہایہ)

گفتگو میں انکساری و تواضع کی جھلک:

سعید بن عمرو فرماتے ہیں کہ: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی جرأت و بیباکی کا کچھ ذرہ مجھے بھی نصیب ہو جاتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جاتا۔

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا باہمی ربط و تعلق:

امام مدائنی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مابین گفتگو میں کچھ نوک جھونک ہو گئی، ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا، اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ کیا اور عرض کیا: ”میں پہل کرنے سے اس لئے رکا رہا کہ اس فضیلت کا زیادہ حقدار آپ کو سمجھا تو مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میں آپ کے حق میں دخل اندازی کروں۔“

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
کے
کریمانہ اخلاق

آپ ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ:

کتب تواریخ وتراجم سے مناسبت رکھنے والے اوران کی باریکیوں سے باخبر قاری کے سامنے ایسے بے شمار فوائد اور دریکتا آئیں گے جن سے انتہائی اہمیت کے حامل قیمتی موضوعات میسر آسکتے ہیں۔

ذیل میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ان اخلاقِ فاضلہ کا خلاصہ مذکور ہے جو ہمارے علم میں آسکے جنہیں ان عنوانات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

خطابت، عبادت، صبر، شجاعت، علم، فراست، صدقِ مقال، فی البدیہہ کلام، قوتِ کلام، مصائب پر صبر، شدتِ غیرت، خاندانی سخاوت، احسان شناسی، حسنِ تدبیر، بے مثال دانشمندی، علمِ تعبیر، زہد ودنیا سے بے رغبتی، وجاہت وتواضع۔

بے خطریوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر بے شمار لوگوں کے اوصاف اوران کے اخلاق وخوبیاں کسی ایک عنوان کے تحت آسکتی ہیں تو وہ عنوان سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہے، مندرجہ ذیل احادیث وواقعات ہمارے کلام کی موید ات ہیں، ملاحظہ ہوں!

فطری اور خلقی میراث:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت لے کر حاضر ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا تھے اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ آپ کے لختِ جگر ہیں انہیں کچھ وراثت عطا فرمادیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! حسن رضی اللہ عنہ کو میری سیادت وہیبت ملے گی، حسین رضی اللہ عنہ کو میری شجاعت وسخاوت ملے گی۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

سیدنا حسین ﷺ کا ایک فصیح وبلیغ خطبہ:

کوفہ والو! تم لوگ ظاہری نہیں بلکہ باطنی لباس کی طرح انتہائی کریم دوست ہو! لہٰذا اپنے

اوپر نازل شدہ مصائب کے دور اور سختیوں ودشواریوں کے نرم کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔ خوب غور سے سن لو لڑائی کا شر بہت بڑا اور اس کا ذائقہ انتہائی خوفناک وقبیح ہے۔ جو شخص سامانِ حرب لیکر اس کے لئے مستعد اور تیار رہے اور پہلے سے ہی زخم خوردہ ہو کر نہ بیٹھ رہے، یہ شخص لڑائی کا دھنی ہے اور جو شخص وقت آنے سے قبل ہی لڑائی میں جلد بازی کرے جبکہ اس کی سعی بھی مخلصانہ نہ ہو تو یہ انسان اس لائق ہے کہ اپنی قوم کو نفع پہنچانا تو دور کی بات ہے اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈال دے گا اللہ سے سوال ہے کہ وہ محض اپنی قوت سے تمہیں اپنی طرف رجوع عطا فرما کر تمہاری بھرپور مدد فرمائے۔ اچھی طرح جان لو کہ خوبی اور اچھائی تعریف واجر کا سبب بنتی ہے اگر تم لوگ اچھائی کو انسانی شکل میں دیکھ پاتے تو تم اسے انتہائی حسین وجمیل صورت میں دیکھتے جس سے دیکھنے والوں کو خوشی ہو، اسی طرح اگر تم لوگ برائی کو انسانی شکل میں دیکھ پاؤ تو ایسا قبیح المنظر بدشکل انسان دیکھو گے کہ جس کو دیکھ کر دل نفرت کرنے لگیں اور آنکھیں بند ہو جائیں۔ ("حسن وحسین" از محمد رضا)

ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا جرم ہے:

حالات تمہارے سامنے ہیں، دنیا بدل چکی اور اجنبی دکھائی دینے لگی، اس کی اچھائی جاتی رہی اور ختم ہو گئی، دنیا کا صرف گدلا پن اور مہلک چراگاہ کی طرح خسیس وحقیر حصہ بچا ہوا ہے۔ حق پر عمل نہیں رہا، باطل سے بچا نہیں جا رہا، ان حالات میں صاحبِ ایمان کو تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی کا شوق رکھنا چاہئے، میں بذاتِ خود اپنے لئے بھی موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا جرم خیال کرتا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے زریں اقوال:

(۱) جس امر کی طاقت نہ ہو اسے مت قبول کرو، جس چیز کو حاصل نہ کر سکو اس کے درپے نہ ہو، اپنی کمائی کے بقدر خرچ کرو، اپنے عمل کے بقدر بدلہ طلب کرو، صرف اللہ کی

فرمانبرداری پر اظہار مسرت کرو، وہ چیز استعمال کرو جس کا اپنے آپ کو اہل سمجھتے ہو۔

(۲) بادشاہوں کی بری عادات: دشمن کے سامنے بزدلی، کمزوروں پر سختی اور دینے میں بخل کرنا۔

(۳) لوگ روپے پیسے کے غلام ہیں، دین کو بیکار چیز سمجھتے ہیں صرف اتنا اختیار کرتے ہیں کہ جس سے لوگوں میں نیک نامی باقی رہے اگر انہیں آزمایا جائے تو خالص دیندار بہت کم نکلیں گے۔

(۴) بہترین مال وہ ہے جو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے کام آئے۔

(۵) جو سخاوت کرے گا سردار بنے گا۔ جو بخل کرے گا ذلیل ہوگا۔ اپنے بھائی سے بھلائی کا بدلہ چاہنے میں جلد بازی مت کرو کیونکہ کل قیامت میں اپنے رب کے حضور ضرور مل کر رہے گا۔ (الحسن والحسین محمد رضا)

فی البدیہہ کلام اور حاضر جوابی:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مدینہ اور کوفہ کے راستے سے ہٹ کر عذیب و قادسیہ کے راستے چل رہے تھے، حر بن یزید ساتھ چل رہا تھا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کہہ رہا تھا: حسین! (رضی اللہ عنہ) میں تمہیں اپنی ذات کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں میں یقینی بات کہتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کرو گے تو شہید کر دیئے جاؤ گے اور میرے خیال میں آپ قتل ہو گئے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے گرج کر فرمایا: کیا موت سے ڈراتے ہو؟ میں تو وہی بات کہوں گا جو قبیلہ اوس کے ایک شخص نے اپنے چچا زاد بھائی سے اس وقت کہی تھی جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے ارادے سے آپ کی خدمت میں جا رہا تھا اور وہ (چچا زاد) اسے کہہ رہا تھا کہ: کہاں جا رہے ہو؟ قتل ہو جاؤ گے! وہ اوسی کہنے لگا۔

سامضی وما بالموت عار علی الفتیٰ

اذ ما نوی حقا وجاھد مسلما

واسیٰ الرجال الصالحین بنفسه
وفارق خوفا ان یعیش و یرغما

''میں تو جا کر رہوں گا اور نوجوان جبکہ سچی نیت رکھتا ہو اور اسلام کے لئے جہاد کرے تو موت اس کے لئے کوئی عار اور شرمندگی کا باعث نہیں۔ میں تو موت وحیات کے خوف سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ کو نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلاؤں گا''۔

(البدایہ والنہایہ)

بلاغتِ کلام اور لطافتِ فراست:

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ حارث بن کعب اور ابو ضحاک یہ دونوں حضرات امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جس رات کی صبح میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ رات میں نے بیماری کی حالت میں بسر کی، میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں میرے والد محترم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لیکر اپنے خیمے میں داخل ہوئے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بھی موجود تھے جو آپ کی تلوار صیقل کر رہے تھے۔ میرے والد مکرم رضی اللہ عنہ کی زبان پر مندرجہ ذیل اشعار جاری تھے۔

یا دھر اُفٍ لک من خلیل
کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب او طالب قتیل
والدھر لا یقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل
وکل حی سالک السبیل

''ہائے اے زمانہ! تیری دوستی پر افسوس ہے، تیرے کتنے ہی دوست اور مطلوب ہیں، جو صبح وشام قتل ہو رہے ہیں۔ زمانہ عوض پر قناعت نہیں کرتا، تمام کاموں کی

باگ ڈور تو در حقیقت اللہ ہی کے ہاتھ ہے اور ہر جاندار نے اس راستے پر چلنا ہے۔"

فرماتے ہیں کہ یہ اشعار انہوں نے دو تین مرتبہ دہرائے تو مجھے یاد ہو گئے اور میں انکا مطلب سمجھ گیا اس پر میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا اور خاموش رہا۔ اور مجھے یقین ہو چلا کہ یہ مصیبت تو آ کر ہی رہے گی۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا صبر و تحمل، حکمت و دانائی اور ان کے اعتقاد اور تعلق مع اللہ کی ایک جھلک:

فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی (زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا برداشت نہ کر سکیں) افسوس و حسرت کرتے ہوئے اٹھیں اور میرے والد گرامی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگیں: ہائے مصیبت وجدائی! کاش کہ موت مجھے آج کے دن تک فنا کر چکی ہوتی! میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جا چکیں اور میرے والد مکرم علی رضی اللہ عنہ بھی، میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے رحلت فرما چکے۔ اے ماضی کے خلیفہ! باقی ماندہ لوگوں کے فریاد رس! اس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا: میری پیاری بہن! شیطان تیرے صبر و تحمل کو نہ ضائع کر دے کہنے لگیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ابو عبد اللہ کیا اپنا خون کرانے یہاں آئے ہو، یہ کہہ کر اپنے منہ پر طمانچہ مارا گریبان چاک کر ڈالا اور بے ہوش ہو کر گر گئیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے چہرے پر پانی ڈالا، ہوش آنے پر فرمایا: میری پیاری بہن! اللہ سے ڈرو اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو! اللہ کی رضا پر راضی رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ تمام اہل زمین فنا کے گھاٹ اتر کر رہیں گے۔ آسمان والے بھی زندہ نہیں رہیں گے، اللہ کی ذات جس نے اپنی قدرت محضہ سے تمام مخلوق کو وجود بخشا' کے علاوہ ہر چیز فنا ہو کر رہے گی اللہ اپنی قدرت و غلبے سے سب کو ختم کر دیں گے اور اس کے بعد سب کو دوبارہ زندہ کریں گے پھر اس ہی اکیلے کا حکم چلے گا اسی یکتا و یگانہ کی سلطنت ہو گی، اچھی طرح غور سے سن لو! میرے والد مکرم رضی اللہ عنہ مجھ سے

بہتر تھے میری والدہ ماجدہ بھی مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے بہتر تھے، ان کے لئے میرے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ بہترین نمونہ ہے۔

اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا کہ میری شہادت کے بعد اس قسم کی کوئی نامناسب بات پیش نہ آئے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے والد محترم رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں میرے خیمے میں چھوڑ گئے۔ (البدایہ والنہایہ)

قرآنی آیات سے گفتگو کرنا:

اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے قرآن مجید اپنے سامنے رکھا اور مندرجہ ذیل دعا ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہوئے مقابل لشکر کی طرف بڑھے:

"اللّٰهم انت ثقتي في كل كرب و رجائي في كل شدة .الخ"

یعنی اے اللہ! ہر پریشانی میں تجھ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر مصیبت میں تو ہی میری امیدیں برلانے والا ہے۔ الخ

آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے علی بن حسین رضی اللہ عنہ جو بیماری کی وجہ سے لاغر ہو چکے تھے، وہ بھی احمق نامی گھوڑے پر سوار ہوئے، لشکر کے قریب پہنچ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا لوگو! میری بات سنو میں تمہیں خیر خواہانہ بات کہتا ہوں یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے، تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: لوگو! اگر تم نے میری بات کو قبول کر لیا اور انصاف سے کام لیا تو تم لوگ انتہائی سعادت مند ہو جاؤ گے اور تمہارے پاس میرے خلاف کوئی حجت نہیں رہے گی، اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو تم سب مل کر اپنا کام طے کر لو اور اپنے شرکاء کو بھی بلا لو۔ تمہیں پھر اپنے کام میں کوئی شبہ بھی نہ رہے پھر میرے ساتھ جو چاہو کر گزرو اور مجھے ذرا بھی

مہلت نہ دو۔ یقیناً میرا مددگار تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب اتاری اور وہی نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ (آخری چار سطور قرآنی آیات کا مفہوم ہیں)

قوت دلیل سے مدمقابل کو لاجواب کرنا:

ابن زیاد کے لشکر کے میمنہ کا امیر عمرو بن حجاج یہ کہتا ہوا حملہ آور ہوا کہ جو دین سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا اسے قتل کر ڈالو! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن حجاج تیرا ناس ہو! میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے! ہم دین سے نکل گئے اور تو اس پر قائم ہے!! جس وقت ہماری روحیں جسموں سے جدا ہوں گی تب تمہیں پتہ چلے گا کہ جہنم کا ایندھن بننے کا کون حقدار ہے؟

غضبناک شیر کی سی بہادری:

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ سلیمان بن ابو راشد نے حمید سے روایت کرتے ہوئے بتایا وہ فرماتے ہیں کہ چاند جیسے مکھڑے والا ایک بچہ ہاتھ میں تلوار لئے ہماری طرف نکلا، ازار و قمیص زیب تن کئے ہوئے تھا، پاؤں میں جوتے تھے، مگر ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا، مجھے یہ بھی یاد ہے کہ وہ بائیں پاؤں کا جوتا تھا، اسے دیکھ کر عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے ہم سے کہا: اللہ کی قسم میں اس بچے پر ضرور حملہ کروں گا! حمید کہتے ہیں کہ میں نے اسے کہا: سبحان اللہ!! اس معصوم کے قتل سے کیا چاہتے ہو؟ حسینی قافلے کے جن بہادروں کو تمہاری فوج نے گھیر رکھا ہے ان کا قتل ہی تمہارے لئے کافی ہے۔ وہ کہنے لگا واللہ میں ضرور اس پر حملہ کروں گا! چنانچہ اس (بدبخت) نے ایک کاری ضرب لگائی اور بچہ چیخا: ہائے میرے چچا جان!

راوی کہتے ہیں کہ یہ ماجرا دیکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ غضبناک شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے بازو پر ایک بھرپور وار کر کے اسے کندھے سے جدا کر دیا۔ اس بدبخت نے ایک چیخ ماری اور منہ موڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ اہل کوفہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے عمر کی مدد کو آئے، عمر بھی ان کی طرف دوڑا، انہوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور جلدی سے اسے اپنے گھیرے میں

لے لیا۔ غبار چھٹا تو دیکھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بچے کے سرہانے کھڑے ہیں اور بچہ زمین پر پاؤں رگڑ رگڑ کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر رہا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں: تیری قاتل قوم کے لئے ہلاکت ہے، قیامت کے روز تیرے متعلق تیرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان میں سے کون آسکے گا اس کے بعد فرمایا: میرے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ تو مجھے پکارے اور پھر بھی تیری مدد کے لئے نہ دوڑوں! اللہ کی قسم یہ ایک ایسی آواز تھی جس کے ختم کرنے والے زیادہ اور مددگار کم ہیں، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انہیں اس طرح اٹھا کر لے گئے کہ اس کا سینہ آپ کے سینے سے ملا ہوا تھا اور بچے کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے، حتیٰ کہ انہیں اپنے بڑے صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء اہل بیت کے ساتھ لٹا دیا، (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے لوگوں سے پوچھا یہ بچہ کون تھا؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

(البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خوشگوار پسندیدہ اشعار اور آپ کے بارے میں دیگر شعراء کا کلام جس میں آپ کا اپنے اہل کے نزدیک سب سے بہتر ہونا، سب سے بڑے زاہد اور انقلاباتِ زمانہ کو سب سے زیادہ جاننے والا بتایا گیا ہے:

زبیر بن بکار نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب بنت انیف، بقول بعض بنت امرء القیس بن عدی بن اوس جو آپ رضی اللہ عنہ کی دختر سکینہ کی والدہ تھیں، کے متعلق اشعار پڑھے۔ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

"اے میرے نفس! مجھے تیری قسم! مجھے تو اس در و دیوار سے بھی قلبی لگاؤ ہے جہاں
رباب اور سکینہ قیام پذیر تھیں۔
مجھے ان سے محبت بھی ہے اور میں ان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں،
اس بات پر مجھے کوئی برا بھلا کہے تو اس پر کوئی عتاب نہیں، میں کبھی ان کی بات
نہیں مانوں گا، ہاں قبر کی مٹی ہی مجھے فنا کر دے تو اور بات ہے"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اشراف قریش میں سے کئی حضرات نے ان کی زوجہ محترمہ کو پیغام نکاح دیا مگر وہ فرمانے لگیں: اللہ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کو خسر نہیں بنا سکتی اور نہ ہی حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی اور میرے ساتھ شب باشی کر سکتا ہے، زندگی بھر اس غم میں رہیں مگر شادی نہ کی حتیٰ کہ جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔ (البدایہ والنہایہ)

اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں مقابر شہداء کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

نادیت سکان القبور فاسکتوا
واجابنی عن صمتهم ترب الحصا

”میں نے قبر والوں کو آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا، ان کے بجائے قبر کی مٹی اور سنگریزے بولے۔“

قالت اتدری مافعلت بساکنی
مزقت لحمهم و خرقت الکسا

”کہنے لگے: آپ کو کچھ علم بھی ہے کہ میں نے اپنے مکینوں کا کیا حشر کیا ہے؟ (پھر خود ہی کہنے لگی) ان کے (نرم ونازک) بدن کو پارہ پارہ کر دیا اور کفن تار تار کر دیا۔

وحشوت اعینهم ترابا بعد ما
کانت تاذی بالیسیر من القذی

”اور ان کی وہ روشن آنکھیں جو معمولی تنکا گرنے سے بھی اندوہگیں ہو جایا کرتی تھیں، میں نے آج ان میں مٹی بھر رکھی ہے۔“

اما العظام فاننی مزقتها
حتیٰ تباینت المفاصل و الشویٰ

”ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر چھوڑا۔ انگ انگ کو جسم سے جدا کر دیا۔

قطعت ذا زاد من هذا كذا

فتركتها رمما يطوف بها البلا

"جو لوگ تیاری کے ساتھ آئے تھے میں نے ان کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایسا وحشت ناک منظر بنا دیا کہ اب سوائے مٹی اور بوسیدگی کے کچھ نظر نہیں آتا۔"

کسی نے مندرجہ ذیل اشعار کو بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے:

لئن كانت الدنيا تعد نفيسة

فدار ثواب الله اعلى وانبل

"دنیا کتنی ہی حسین وجمیل صورت میں ظاہر کیوں نہ ہو مگر جنت اس سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے۔"

وان كانت الابدان للموت انشئت

فقتل امرئ بالسيف في الله افضل

"جبکہ جسد خاکی بنا ہی مرنے کیلئے ہے تو اللہ کی راہ میں شہید ہونا کتنی اونچی بات ہے۔"

وان كانت الارزاق شيئا مقدرا

فقلة سعي المرافي الرزق اجمل

"اگر چہ روزی ایک مقدر شدہ چیز ہے مگر طلب معاش کے لئے انسان کی کوشش عمدہ چیز ہے۔"

وان كانت الاموال للترك جمعها

فما بال متروك به المرء يبخل

"مال اگر چہ چھوڑنے کیلئے ہی جمع کیا جاتا ہے مگر اس چھوڑے جانے والی چیز میں بھی انسان بخل سے کام لے تو اس کا کیا حشر ہوگا۔" (البدایہ والنہایہ)

فصاحت وبلاغت سے لبریز دعا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس نے شدت اختیار کی تو دریائے فرات کے کنارے پانی پینے کے

لئے جانا چاہا مگر ظالموں نے روک دیا۔ چند گھونٹ پینے کو میسر آئے تو حصین بن تمیم نامی بد بخت نے ایک تیر مارا جو حضرت کے حلق میں پیوست ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نے حلق سے تیر نکالا تو خون کا چشمہ ابل پڑا، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں میں خون لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا:

"اللّٰھم احصھم عددا . واقتلھم بددا ولا تذر علی الارض منھم احدا"

یعنی: "اے اللہ ایک ایک سے نمٹ اور چن چن کر قتل کر، کسی ایک کو بھی زندہ مت چھوڑ"

اس کے بعد فصیح و بلیغ الفاظ میں ان کے لئے بد دعا فرمائی، راوی فرماتے ہیں کہ پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھک ہار کر اپنے خیمے کے سامنے بیٹھ گئے، اتنے میں خیمے سے ایک چھوٹا سا بچہ آپ کے پاس آیا جس کا نام عبداللہ تھا آپ رضی اللہ عنہ اسے گود میں بٹھا کر لاڈ پیار کرنے اور بوسے لینے لگے اہل خانہ کو آخری وصیت فرما رہے تھے کہ بنو اسد کے ایک ابن موقد النار نامی بد بخت نے ایک تیر مارا جو آکر بچے کو لگا، بچہ فوراً شہید ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نے بچے کا خون ہاتھ میں لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

"اے پروردگار! اگر آسمانی مدد نہیں آتی تو اس معاملے کو ہمارے لئے سراپا خیر بنا دیجئے اور ظالموں سے ہمارا انتقام لیجئے"۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

الھی نعمتنی فلم تجدنی شاکرا وابتلیتنی فلم تجدنی صابرا فلاانت سلبت النعمة لترک الشکر ولا ادمت الشدة لترک الصبر. الھی مایکون من الکریم الا الکرم.

"الٰہی تو نے بے شمار انعامات فرمائے مگر میں شکر ادا نہ کر سکا، اور مجھے آزمائش میں رکھا تو صبر نہ کر سکا مگر پھر بھی تو نے شکر نہ کرنے کے باوجود نعمتیں نہیں چھینی اور صبر کا پیمانہ چھلکنے کے باوجود ہمیشہ آلام و مصائب سے دوچار نہیں رکھا۔ میرے معبود کریم سے تو کرم ہی کی توقع کی جا سکتی ہے"۔

سیدنا حسین ؓ کا اندازِ گفتگو واقامتِ حجت اور اس بارے میں ان کی خودداری وغیرت مندی:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خطبے کے دوران شمر نے کہا: اگر مجھے سمجھ آرہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو میں تذبذب کی حالت میں اللہ کی عبادت کرنے والا بنوں! یعنی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حبیب بن مطہر نے جواب دیا: شمر! تو ستر دفعہ تذبذب کے ساتھ اللہ کی عبادت کر! ہمیں تو واللہ خوب سمجھ آرہا ہے کہ آپ کیا فرمارہے ہیں تیرے قلب پر مہر لگ چکی ہے! اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: لوگو! مجھے جانے دو! مجھے جہاں امن ملے وہاں چلا جاؤں اس پر لوگوں نے کہا کہ: آپ اپنے بنی عم کی اطاعت کیوں اختیار نہیں کر لیتے ؟ فرمایا: میں ایسے متکبر سے جس کا یوم آخرت پر ایمان نہیں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں۔

اس کے بعد اپنی سواری کو بٹھایا، عقبہ بن سمعان نے اسے باندھا اور آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، کیا میں نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے۔ جس کے بدلے مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ یا تمہارا مال کھایا ہے؟ یا کسی کو مجروح کیا ہے!۔

اس پر لوگ خاموش رہے..... تو آپ رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر فرمایا: اے شبیب بن ربعی، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث، زید بن حارث! کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے کہ، پھل پکے پکائے ہیں، باغات سرسبز وشاداب ہیں آپ تشریف لے آئیں، لوگ آپ پر جان نثار کرنے کو تیار ہیں۔ وہ کہنے لگے ہم نے نہیں لکھا آپ رضی اللہ عنہ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: سبحان اللہ! واللہ تم نے یہ خطوط لکھے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

لوگو! اگر تم کو میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں! اس پر قیس بن الاشعث کہنے لگا: اپنے ابن عم کی اطاعت کیوں نہیں اختیار کر لیتے وہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے اور آپ خوش

ہو جاؤ گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو بھی اسی کا بھائی ہے تمہاری چاہت ہے کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کا دعویٰ تم پر کر دیں؟ اللہ کی قسم میں ذلیل انسان کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا اور نہ ہی غلام کی طرح ان کی اطاعت کا اقرار کر سکتا ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی جنگی تدبیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیر سے میل کھاتی ہے اور جنگ کے دوران نماز باجماعت کا اہتمام:

یوم عاشورا کی صبح جو جمعہ کا دن تھا عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو نماز فجر پڑھائی اور جنگ کے لئے صف آراء ہو گئے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی جن میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ تھے اور دشمن کے مقابل صف بستہ ہوئے۔ میمنہ پر زہیر بن قین اور میسرہ پر حبیب بن مطہر کو امیر بنایا، اپنے برادر عباس بن علی کے ہاتھ میں جھنڈا دیا، مستورات اور بچوں کے خیموں کو اپنے پیچھے رکھا، خیموں کے ورے خندق کھدوا کر اس میں گھاس پھوس اور لکڑی بھروا کر آگ جلا دی گئی تا کہ خیموں کے پیچھے سے کوئی نہ آ سکے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عبادت وعلم کی ایک جھلک:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تمام خیمے قریب قریب گاڑ دیئے جائیں، صرف ایک خندق والی سمت کے علاوہ کوئی سمت بے حفاظت نہ رہے۔ خیمے دائیں، بائیں اور پیچھے رہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی پوری رات نماز، دعا، استغفار اور تضرع وزاری میں لگے رہے دشمن کے نگران حفاظتی دستے ان کے گرد گھومتے رہے، عزرہ بن قیس احمسی نے جو حفاظتی دستے کا امیر تھا سنا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نماز میں یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں:

ولا یحسبن الذین کفروا الخ۔ (آل عمران آیت ۱۷۸)

"اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا ان کو (عذاب سے) مہلت دینا (کچھ) ان کے لئے بہتر اور مفید ہے (ہرگز نہیں بلکہ) ہم ان کو صرف

اس لئے مہلت دے رہے ہیں جس (زیادت عمر کی وجہ سے) جرم (کفر) میں ان کو اور ترقی ہو جائے (تا کہ یکبارگی پوری سزا ملے) اور (دنیا میں سزا اگر نہ ہوتی تو کیا ہے آخرت میں ضرور) ان کو توہین آمیز سزا ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر نہیں رکھنا چاہتے، جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرمادے۔ (البدایہ والنہایہ)

وہ روحانی پہلو جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہادی زندگی کا ایک عظیم حصہ ہے جسے کسی حال میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا:

راوی فرماتے ہیں کہ عباس بن علی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لیکر دشمن کے لشکر کی طرف گئے اور فرمایا: ابوعبداللہ (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آج لڑائی نہیں ہوگی واپس چلے جاؤ، تا کہ میں رات بھر اپنے معاملے پر غور کر سکوں! یہ سن کر عمر بن سعد نے شمر سے کہا: تم کیا کہتے ہو وہ کہنے لگے، آپ امیر ہیں آپ کی رائے ہی اصل رائے ہے۔

عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی کہنے لگا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم یہ بات تو اگر مقام دیلم کا رہنے والا بھی تم سے کہے تو تمہیں اسے قبول کرنا چاہئے قیس بن اشعث نے کہا: جو کچھ وہ فرماتے ہیں ایسا ہی کیجئے۔ مجھے اپنی جان کی قسم وہ کل جنگ سے گریز نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ واپس آئے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات ہم لوگ اپنے رب کے سامنے نماز و دعا توبہ و استغفار میں گزاریں گے۔ اللہ مجھے جانتے ہیں میں نماز تلاوت قرآن، توبہ و استغفار کو بہت پسند کرتا ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور علم تعبیر رویا:

طرماح بن عدی نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: دیکھئے آپ کے ساتھ جنگ کی کیا تیاری ہے؟ یہ تو ایک مٹھی بھر جماعت ہے۔ یہ لوگ آپ کی مدد کے لئے کافی نہیں۔ اور جو

آپ کے ساتھ چل رہے ہیں وہ آپ کے ساتھیوں کے لئے کافی ہیں۔ آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوفہ کے میدان لاؤ لشکر سے لبریز ہیں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ایک قدم بھی ان کی طرف نہ جایئے آپ کسی ایسے شہر میں اقامت گزیں ہو جائیں جہاں ملوک غستان وحمیر نعمان بن منذر اور فارس وروم کی بھی رسائی نہ ہو سکے۔ اللہ کی قسم اگر کبھی کوئی خطرہ محسوس ہوا تو آپ کو کسی دور دراز دیہات میں لے چلوں گا پھر یا جا اور سلمی اور قبیلہ طی کے لوگوں کو بھی بلایا جا سکتا ہے آپ جتنا عرصہ وہاں پسند فرمائیں ٹھہریں! میں قبیلہ طے کے دس ہزار ایسے جانباز پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں کہ ان کے زندہ ہوتے ہوئے کوئی آپ تک پہنچ نہیں سکے گا! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے شکریے کے ساتھ ان کی پیش کش کو رد فرمادیا اور اپنی راہ لی۔

رات ہونے لگی تو ساتھیوں سے فرمایا کہ ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لیں دوران سفر اونگھ نے آ دبوچا، اچانک اونگھ جھنجھوڑتے ہوئے بیدار ہوئے زبان پر یہ کلمات تھے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، الحمد للّٰہ رب العلمین.** اسکے بعد فرمایا: میں نے خواب میں ایک گھڑ سوار کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موت ان کے قریب تر ہو رہی ہے۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری ہی موت کا اعلان ہے"۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا عدل و رحمت:

ابو مخنف ابو جناب سے روایت کرتے ہیں وہ عدی بن حرملہ سے وہ عبداللہ بن حرملہ سے، وہ عبداللہ بن سلیم اور منذر بن مشمعل سے یہ دونوں حضرات قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام "شرف" میں قیام تھا، وقت سحر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اچھی طرح پانی پی لو، پھر دن چڑھے تک سفر کرنا ہے، اتنے میں ایک شخص کی تکبیر سنائی دی، حضرت نے اس سے پوچھا کس بات پر تکبیر کہی ہے؟ اس نے عرض کیا، مجھے ایک کھجور کا باغ دکھائی دیا ہے اس کی خوشی میں تکبیر کہی ہے۔ اسدی حضرات کہنے لگے: اس علاقے میں تو کوئی کھجور وغیرہ نہیں ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: اچھا تم کیا دیکھ رہے ہو؟ وہ حضرات غور سے دیکھ کر

فرمانے لگے لشکر چلا آرہا ہے! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں پیچھے سے دشمن حملہ آور نہ ہو سکے اور وہ لوگ ایک ہی سمت سے ہمارے مقابل ہوں؟ اسدی حضرات نے کہا: ''ذو حسم'' نہایت مناسب ہے۔ چنانچہ اس کے بائیں پڑاؤ ڈالا اور خیمے نصب کردیئے گئے حر بن یزید کی سرکردگی میں ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر آپہنچا جو ابن زیاد نے مقدمۃ الجیش کے طور پر بھیجا تھا، ظہر کے وقت دونوں لشکر آمنے سامنے تھے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی عمامہ پہنے اور تلواریں سجائے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں کے ساتھ ساتھ مد مقابل کے گھوڑوں کو بھی پانی پلاؤ۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اللہ رب العزت کی حمد وثناء:

ابو مخنف ابو خالد کاہلی سے نقل کرتے ہیں کہ جس صبح لشکرِ دشمن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ ایزدی میں یوں آہ وزاری کی ''الٰہی ہر مصیبت میں تجھ ہی پر اعتماد ہے اور ہر پریشانی میں تجھ ہی سے امید وابستہ ہے، ہر حال وہر کام میں تو ہی توشہ اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے، کتنے ہی رنج والم ہیں جن میں دل ہمت ہار بیٹھتا ہے، تدبیریں بیکار ہوجاتی ہیں، دوست شرمسار اور دشمن خنداں وفرحاں ہوتا ہے میں ایسے رنج والم کا تجھ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور اسے تیرے ہی حضور پیش کرتا ہوں اور سب سے منہ موڑ کر تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں لہٰذا تو میری دستگیری فرما اسے دور فرما کر تو ہی مجھے کافی ہوجا، تو ہی میرا منعم حقیقی، ہر خیر وبھلائی کا مالک اور ہر انتہا کا مرجع ہے''۔

تواضع اور سخاوت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انتہائی متواضع انسان تھے، ایک مرتبہ انتہائی غریب مسکین قوم پر آپ کا گزر ہوا، وہ لوگ روٹی کے ٹکڑے زمین پر رکھ کر کھارہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ سواری پر سوار تھے، انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی کہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے آیئے کھانا تناول فرمایئے، آپ رضی اللہ عنہ فوراً سواری سے اترے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور فرمایا کہ: اللہ

تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اس کے بعد فرمایا تم نے مجھے دعوت دی تھی، میں نے قبول کر لی۔ اب میں بھی تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگ میرے گھر آؤ! جب وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ رباب سے فرمایا: جو کچھ جمع کر رکھا ہے سب لے آؤ! (الجوہرہ ج ۲ ص ۲۱۳۔۲۱۴)

شہادت کے وقت جب ہر طرف سے گھیر لیا گیا تو فرمایا کہ یہ کونسی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا: کربلا ہے! فرمانے لگے: اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا: کرب اور بلا ہی ہے۔

جرأت و بہادری:

عبداللہ بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اسوقت دیکھا جب لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ بول دیا، آپ رضی اللہ عنہ دائیں حملہ آور ہوئے تو میدان صاف ہو گیا، اللہ کی قسم ایسا مغلوب و مقہور انسان جس کی اولاد و اصحاب سب شہید ہو چکے ہوں واللہ آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہادر نہ تو آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کبھی دیکھا تھا نہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد۔

آپ کی فراست اور تلاوتِ قرآن کریم کے وقت رقت طاری ہونا:

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن اسمٰعیل نے خبر دی، انہیں جعفر بن سلیمان نے وہ یزید الوشک سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملا ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ جنگل بیاباں میں خیمے لگے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پڑاؤ ڈالا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں خیموں کے قریب آیا تو دیکھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تلاوت فرما رہے ہیں ان کے رخسار اور ڈارھی پر آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ویرانے بیاباں میں کیا مجبوری آپ کو کھینچ لائی؟

فرمانے لگے: دیکھو یہ خطوط اہل کوفہ نے میرے نام لکھے ہیں مگر اب وہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ ایسا کر گزرے تو اللہ تعالیٰ کی ہر حرمت کو چاک کر کے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ

ان پر ایسا حکمران مسلط کریں گے جو انہیں ذلیل کر کے چھوڑے گا، حتیٰ کہ یہ لوگ باندی کی اوڑھنی سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔

علی بن محمد عن حسن بن دینار عن معاویہ بن قرۃ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت حسین ﷜ نے فرمایا: تم مجھ پر اس طرح ظلم وتعدی کرو گے جس طرح بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن میں ظلم و تعدی کی۔ اور علی بن محمد بن جعفر بن سلیمان ضبعی کی روایت یوں ہے کہ: حضرت حسین ﷜ نے فرمایا: یہ لوگ میرا دل چاک کر کے چھوڑیں گے جب ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسا حکمران مسلط کردیں گے جو انہیں باندی کی اوڑھنی سے بھی زیادہ ذلیل کر کے چھوڑے گا۔

سیدنا حسین ﷜ اسم با مسمیٰ کا مظہر جس سے ان کی تواضع دانشمندی اور کلام میں جامعیت، اختصار اور گہرائی ظاہر ہوتی ہے:

مدائنی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین کچھ سخت کلامی ہوگئی۔ ابھی کچھ ہی وقت گزرا کہ سیدنا حسن ﷜ نے اٹھ کر سیدنا حسین ﷜ کا ماتھا چوما، اس کے بعد سیدنا حسین ﷜ نے سیدنا حسن ﷜ کا ماتھا چوما اور عرض کیا میں اس فضیلت کا آپ کو زیادہ حق دار سمجھتا تھا اس لئے خود ابتداء کر کے آپ ﷜ سے حق فضیلت چھیننا پسند نہیں کرتا تھا۔

تواضع اور اعترافِ عاجزی:

سعید بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا حسن ﷜ نے سیدنا حسین ﷜ سے فرمایا: میری چاہت ہے کہ آپ کی کچھ تھوڑی سی شدت مجھے بھی مل جائے! حضرت حسین ﷜ نے فرمایا: میری چاہت ہے کہ مجھے آپ کی نرم خوئی کا کچھ حصہ مل جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''حسین ﷜ ایک عظیم نواسہ ہے'' کے

فطری منظر پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گواہی:

نبوت کی گود میں پرورش پائی آپ ﷺ کی نگرانی میں تربیت ہوئی، اس بناء پر اس عظیم الصفات انسان کے لئے یہ جملہ انتہائی جامع کامل اور فطری ہے۔

عبداللہ بن عمار فرماتے ہیں کہ: جس وقت لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے حملہ بول دیا تو میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں حملہ کیا تو میدان صاف ہو گیا، اللہ کی قسم میں نے ایسا مغلوب انسان جس کی تمام اولاد اور سب ساتھی شہید ہو جائیں پھر بھی وہ ایسی بہادری اور بیباکی سے حملہ آور ہو! اللہ کی قسم نہ آپ سے پہلے ایسا انسان دیکھا ہے نہ ہی آپ کے بعد۔

جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی فرمایا:

اللہ کی قسم راتوں کو طویل قیام اور دن میں کثرت سے روزہ رکھنے والے عظیم انسان کو شہید کر دیا۔ اللہ کی قسم سماع کے بجائے تلاوت قرآن، لغو باتوں کی بجائے اللہ کے خوف سے رونا، کھانے پینے کی بجائے روزہ رکھنا، شکار کے لئے سیاحت کی بجائے ذکر کے حلقوں میں بیٹھنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، یہ لوگ عنقریب برا انجام دیکھیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور روایت حدیث:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا ﷺ، والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بہنوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر حضرات سے روایت حدیث فرماتے ہیں ان سے روایت کرنے والے، ان کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبید بن حنین، ہمام فرزوق، عکرمہ، شعبی، طلحہ عقیلی، بھتیجا زید بن حسن رضی اللہ عنہ، پوتا محمد بن علی، الباقر (مگر انہوں نے صحبت نہیں پائی)۔ آپ کی بیٹی سکینہ و دیگر حضرات ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آزمائش،
شہادت اور اس کے اسباب
شہادت کے بعد اہلِ بیت کا حال
جسم کربلا میں اور سر مدینہ میں

امام ابن کثیرؒ و
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی زبانی

"وتواصوا بالمرحمة" (البلد) "ایک دوسرے سے رحم کی فہمائش کی"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کہ حسین رضی اللہ عنہ اس زمانے میں لوگوں کے محبوب ترین انسان ہیں اور ان کا احترام وتقدس بجالانے کی وصیت:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید کو بلا کر بہت سی وصیتیں کیں ان میں ایک یہ تھی فرمایا کہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ جگر گوشہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال رکھنا، وہ اس زمانے میں لوگوں کے محبوب ترین انسان ہیں، ان سے صلہ رحمی کرنا، انتہائی نرمی برتنا تیرا معاملہ درست رہے گا۔ (البدایہ والنہایہ)

قالوآ انّی یکون له الملک علینا و نحن احق بالملک منه. (بقرہ)

"کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کی حکمرانی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بنو امیہ کی نگاہوں میں، ان کا بیعت ہو جانا ان کی حکومت کے قیام کے لئے اساسی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت ہو جانا بنو امیہ کی بھول ہے:

یزید نے مدینہ کے امیر ولید بن عتبہ کو خط لکھا جس میں اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر تھی اور یہ حکم تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان تینوں حضرات سے فی الفور میری بیعت لے لو اور اس معاملے میں سختی سے نمٹو، ذرا مہلت نہ دو۔

(البدایہ والنہایہ)

الشیطان سوّل لھم واملیٰ لھم۔ (محمد)

''شیطان نے ان کو چتمہ دیا اور ان کو دور کی بجھائی ہے۔''

بد بخت انسان ہی سیدنا حسینؓ کے قتل کا ارادہ کرسکتا ہے:

ولید بن عتبہ نے ان تینوں حضرات کے بارے میں مشورہ طلب کرنے کے لئے مروان کو خط لکھا، اسنے جواب دیا کہ انہیں حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر دینے سے قبل ہی ان سے بیعت لی جائے اور اگر انکار کریں تو انہیں قتل کردو۔ (البدایہ والنہایہ)

وجعلنا بعضکم لبعض فتنة۔ (فرقان)

''اور ہم نے تم میں بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنایا ہے۔''

سیدنا حسینؓ اپنے اعوان اور انصار کے ساتھ ولید کے دربار میں

ولید نے مروان کے مشورہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو انہیں بلانے بھیج دیا یہ دونوں حضرات مسجد میں تھے، اس نے کہا امیر نے آپ حضرات کو بلایا ہے، یہ فرمانے لگے آپ چلیں ہم آتے ہیں اس کے بعد حضرت حسینؓ اٹھے اور اعوان وانصار کو ساتھ لیکر امیر کے دروازے پر جا پہنچے، اجازت چاہی تو اندر بلالیا گیا، اندر اکیلے ہی داخل ہوئے انصار کو دروازے پر ہی بٹھا دیا اور فرمایا کہ کچھ مشکوک معاملہ سنائی دے تو اندر چلے آنا، اندر گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، مروان بھی وہیں موجود تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

میں خفیہ بیعت نہیں کرسکتا:

ولید نے سیدنا حسینؓ کو امیر معاویہؓ کی وفات کا خط دکھایا اور یزید کی بیعت کرنے کو کہا۔ سیدنا حسینؓ نے وفات کی خبر پر انا للہ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پسماندگان کے لئے اجر کی دعا کی، اس کے بعد فرمایا میں خفیہ بیعت نہیں کرسکتا، اور نہ ہی یہ کچھ

کارگر ہو سکتی ہے، ہاں جب سب لوگ جمع ہو جائیں پھر ہمیں بلا لیجئے تاکہ ایک ہی دفعہ معاملہ نمٹ جائے ولید طبعاً عافیت پسند تھا اسلئے کہنے لگا اللہ کا نام لیکر چلے جایئے پھر سب لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئیں۔ (البدایہ والنہایہ)

یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف.

''برائی کا حکم کرتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں''

اللہ کی قسم، تو کذاب و مجرم ہے:

مروان نے ولید سے کہا: اللہ کی قسم اگر یہ اس وقت بیعت کئے بغیر چلے گئے تو تمہارے اور ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہوگا، انہیں بیعت کئے بغیر نہ نکلنے دو انکار کرے تو قتل کر دو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا: نیلی آنکھوں والی عورت کے لونڈے تو مجھے قتل کرے گا، واللہ تو کذاب و مجرم ہے یہ کہہ کر اپنے گھر چلے آئے مروان ولید کو کہنے لگا واللہ تو آئندہ اسے کبھی نہ دیکھ سکے گا۔ (البدایہ والنہایہ)

''واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ'' اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اسکا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔

قیامت کے روز قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہلکے پلّے والا ہوگا:

ولید نے کہا: مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا پورے ساز و سامان، سمیت مل جائے تب بھی حسین کو قتل کرنا پسند نہ کروں گا۔ سبحان اللہ! عجیب بات ہے صرف بیعت کے انکار پر انہیں قتل کر دوں، غور سے سن جو حسین کو قتل کرے گا وہ قیامت کے روز بڑے نقصان میں ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ)

''انی ذاھب الی ربی سیھدین''

''میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں، وہ مجھے پہنچا ہی دے گا۔''

محمد بن حنفیہ کی نصیحت کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ کا رخ کرنا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال کو جمع فرمایا اور ۲۸ رجب اتوار کی رات کو مدینہ سے مکہ

کی طرف سفر کرنا شروع کر دیا جبکہ ایک رات قبل ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی مکہ کی طرف نکل چکے تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے تمام اقارب سوائے محمد بن حنفیہ کے ساتھ تھے، وہ کہنے لگے، میرے بھائی !روئے زمین کے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ قابل احترام میرے نزدیک آپ ہیں۔ انتہائی خیر خواہانہ طور پر درخواست کرتا ہوں کہ آپ کسی شہر میں سکونت اختیار نہ کیجئے بلکہ جنگلات و دیہات کا رخ کیجئے، وہیں سے مختلف علاقوں میں اپنے وفود بھیجتے رہئے، اگر لوگ آپ کی بیعت کر لیتے ہیں اور آپ پر متفق ہو جاتے ہیں تو پھر کسی شہر میں تشریف لے جایئے، اگر آپ کسی شہر میں ہی سکونت اختیار کرنے پر مصر ہیں تو پھر مکہ مکرمہ چلے جایئے، وہاں اگر مقصود حاصل ہوتا نظر آئے تو ٹھیک ورنہ پہاڑوں اور ٹیلوں میں بسیرا کیجئے! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جزاک اللہ فرمایا اور فرمایا کہ آپ نے انتہائی خیر خواہانہ نصیحت فرمائی یہ کہہ کر مکہ کی طرف سفر شروع فرما دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ۔ (شوریٰ)

"آپ یوں کہئے کہ میں تم سے اور کچھ مطلب نہیں چاہتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے"

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن وُدًّا. (مریم)

بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اور صحبت پائی حتیٰ کہ آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے راضی خوشی دنیا سے پردہ فرما گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ،

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ تمام حضرات بھی آپ کا اکرام و تعظیم کرتے تھے، پھر اپنے والد محترم کی صحبت میں رہے ان سے احادیث روایت کیں، جمل و صفین وغیرہ تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ رہے، چنانچہ اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی نگاہوں میں بھی انتہائی محترم و معظم و مطیع رہے۔ حتیٰ کہ وہ بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔ اس کے بعد جب خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ہاں آتے جاتے، وہ بھی خوب اعزاز و اکرام فرماتے اور اہلاً و سہلاً فرماتے، عطائے جزیل سے نوازتے ایک مرتبہ تو اکھٹے دو لاکھ کا عطیہ مرحمت فرمایا، اور فرمایا: لے لو میں بھی ہندہ کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم اس قدر نہ مجھ سے قبل کسی نے دیئے ہوں گے اور نہ کوئی بعد میں دے گا، اس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے برجستہ فرمایا: آپ بھی نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ہم سے زیادہ بہتر انسان کو دے سکے ہو نہ ہی دے سکو گے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لے جاتے، وہ بھی اعزاز و اکرام و عطیات سے نوازتے۔ (البدایہ والنہایہ)

"انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض" (بنی اسرائیل)

"آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے۔"

روئے زمین پر کوئی انکا ہمسر اور ہم پلہ نہیں:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ پہنچنے پر لوگ وفد در وفد آپ کی خدمت میں آنے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال و خلافتِ یزید کی خبر سن کر کثرت سے لوگ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کی باتیں سنتے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے قریب ہی گوشہ نشین ہو گئے، لوگ اس دوران سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے جاتے مگر آپ کے لوگوں کے ہاں معظم و موقر ہونے کیوجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے اپنی بیعت کی تحریک چلانا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے ناممکن تھا، ہاں ان کے مکہ میں ہونے کی وجہ سے چھوٹی موٹی جماعتوں سے جھڑپیں ہوتی رہیں مگر ان کے مقابلے میں اللہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فتح مرحمت فرمائی اور شامی لوگ شکست

خوردہ واپس ہوئے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عمرو کو مارا پیٹا اور قید کر دیا، اس واقعے کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شان اور بڑھ گئی اور حجاز میں انہیں خوب شہرت ملی، اس سب کچھ کے باوجود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام کو نہ پاسکے اور لوگوں میں ان کی طرح معظم نہ بن سکے، لوگوں کا قلبی میلان اب بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ہے، کیونکہ وہ بڑے سید اور جگر گوشۂ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آج روئے زمین پر کوئی ان کا ہمسر و مقابل نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

"یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک" (آل عمران)

"وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے بکثرت خطوط کی آمد:

اہل عراق کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر ہوئی تو انہوں نے کثرت سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام خطوط لکھے جن میں انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، سب سے پہلے ۱۰ رمضان المبارک کو عبداللہ بن سبع ھمدانی اور عبداللہ بن وال عراق سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ایک وفد بھیجا جس میں مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

قیس بن مسہر صندائی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الکوا الارحبی، عمارہ بن عبداللہ سلولی، ان کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام اہل کوفہ کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط تھے، اس کے بعد ہانی بن سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی ایک خط لے کر آئے جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو جلد سے جلد عراق آنے کی دعوت تھی، شیث بن ربعی اور حجاز بن ربعی تیمی نے تو ایک خط میں یہاں تک لکھا کہ: اما بعد: باغات سرسبز و شاداب، پھل پکے ہوئے تیار اور دریا موجزن ہیں، آپ تشریف لائیں تو ایک جانثار لشکر آپ کو تیار ملے گا۔ والسلام علیک۔

وان یرید و آ ان یخد عوک فان حسبک اللّٰہ. (الانفال)

’’اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو آپ کیلئے اللہ کافی ہے۔‘‘

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جانے نہ جانے میں متردّد،

ملمع سازی سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا:

تمام قاصدین خطوط لیکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوگئے اور عراق جانے پر اصرار کرنے لگے تا کہ بجائے یزید کے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں اور خطوط میں بھی انہوں نے اس قسم کا مضمون لکھا کہ: ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت پر خوش ہیں، لوگ ان کی حکومت اور خود ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، ہم نے ابھی تک کسی سے بیعت نہیں کی، آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، اسپر آپ رضی اللہ عنہ نے حالات کا صحیح جائزہ لینے کے لئے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو عراق بھیجا، کہ اگر واقعۃً صورت حال یہی ہے جو کچھ بیان کی جارہی ہے تو ہمیں خط لکھ دو تا کہ اہل وعیال سمیت عراق آکر دشمنوں سے نجات کا سامان کرسکیں۔ ساتھ ہی اہل عراق کے نام ایک خط لکھ کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

اذھب بکتابی ھذا فالقِہٖ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون.

’’میرا یہ خط لے جاؤ اور اس کو ان کے پاس ڈال دینا، پھر ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال وجواب کرتے ہیں۔‘‘

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ اٹل ہدایات:

مسلم بن عقیل مکہ سے چل کر مدینہ آئے وہاں سے دو رہبر ساتھ لے کر غیر معروف راستے کو اختیار کیا، راستے میں شدت پیاس کی وجہ سے ایک رہبر جاں بحق ہوگیا، مسلم بن عقیل نے اس سے

بدشگونی لی، یہ واقعہ "المضیق من بطن الخبیث" نامی مقام پر پیش آیا۔ وہاں چند روز قیام ہوا تو دوسرا رہبر بھی چل بسا مسلم نے مشورہ کرتے ہوئے سیدنا حسین ﷺ کو خط لکھا، انہوں نے جواب دیا کہ عراق پہنچ کر ان لوگوں میں گھل مل کر اچھی طرح حالات کا جائزہ لیں۔ (البدایہ والنہایہ)

وما شھدنآ الا بما علمنا و ما کنا للغیب خفظین. (یوسف)

"اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے نہیں۔"

سیدنا حسین ﷺ تو ظاہر کے مکلف ہیں باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے:

مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو مسلم بن عوسجہ نامی شخص کے ہاں ٹھہرے، بعض نے مختار بن ابو عبید ثقفی کے ہاں ٹھہرنا لکھا ہے، واللہ اعلم، اہل کوفہ کو مسلم کی آمد کی اطلاع ہوئی تو دھڑا دھڑ آئے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کرنے لگے اور اپنی جان و مال کے ساتھ بھرپور نصرت کے وعدے کرنے لگے، حتیٰ کہ بارہ ہزار افراد نے بیعت کر لی تو مسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: "بیعت ہو چکی ہے تمام راستے ہموار ہو چکے ہیں" اسکے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ روانگی کی تیاری شروع کی جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا. (توبہ)

"آپ فرما دیئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر فرما دیا ہے۔"

سیدنا حسین ﷺ کی نظر میں فتنہ انگیز سیاست کا خاتمہ، خواہ خونریزی کے ذریعے ہو، ایسے حکام کی اطاعت اختیار کرنے سے افضل ہے:

مسلم بن عقیل جس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے اسکا احاطہ کر لیا گیا اور انہیں اس کا علم بھی نہ

ہوا، جب سپاہی اندر داخل ہوئے تو تلوار سنبھالی اور انہیں نکال باہر کیا تین مرتبہ ایسا ہوا، مسلم کے اوپر نیچے کے دونوں ہونٹ کٹ گئے، اس کے بعد انہوں نے سنگباری کی اور خیمے کی رسیوں کو آگ لگادی، مسلم تنگ آکر باہر نکلے اور تلوار کے خوب جوہر دکھائے، عبدالرحمٰن نے مسلم کو امان دی تو مسلم نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کردیا، تلوار چھین لی گئی اب کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی اور انہیں یقین تھا کہ میری شہادت قریب ہے تو زندگی سے مایوس ہو کر انا اللہ پڑھا اور رونے لگے، کسی نے کہا مقاصد اتنے اونچے اور یہ رونا! مسلم یہ سن کر فرمانے لگے! اللہ کی قسم اپنی جان کے خوف سے نہیں روتا میں تو حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل وعیال کی جان کے خوف سے روتا ہوں، وہ آج یا کل گذشتہ مکہ سے عراق کی طرف نکل پڑے ہوں گے، پھر محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اگر آپ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیج سکتے ہو تو میری طرف سے یہ پیغام بھجوادیں کہ وہ واپس چلے جائیں، انہوں نے قاصد بھیجا، مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قاصد کی بات پر اطمینان نہ ہوا اور فرمایا جو اللہ نے مقدر فرمادیا ہے وہ ہو کر رہے گا، اللہ کے ہاں حکمرانوں کے فساد اور اپنی جانوں پر اجر کی امید ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿وما تشآؤن اِلّا ان یشآء اللّٰہ"......﴾ التکویر

اور بدون خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس نصیحت کو قبول نہ کرنے میں یقیناً کوئی راز ہے جسے وہ مخفی رکھنا چاہتے تھے ورنہ یہ ایسی نصیحت نہ تھی کہ جس سے اعراض کیا جائے، ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ ایک عظیم نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

اہل عراق نے جب کثرت سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام خطوط لکھے اور بار بار قاصد آتے رہے، جبکہ مسلم بن عقیل کا خط بھی مل چکا کہ اہل وعیال کے ساتھ جلد تشریف لے آؤ، اس کے

بعد ان کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جس کا مطلقاً علم نہ تھا، بلکہ وہ تو سفر کا عزم مصمم کر چکے تھے، تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ۸ ذی الحجہ کو مسلم بن عقیل کی شہادت سے ایک روز قبل مکہ سے عراق کی طرف نکلے، ان کی شہادت عرفہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو ہوئی، لوگوں کو آپ کے خروج کا علم ہوا تو اہل محبت ومودت اور صائب الرائے لوگوں نے بہت کوشش کی کہ آپ کو عراق نہ جانے دیا جائے اس سلسلے میں انہوں نے آپ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل کوفہ کا برتاؤ اور معاملات کو بھی آپ کے سامنے پیش کیا اور خوفناک انجام سے ڈرایا، مکہ ہی میں اقامت پر اصرار کیا۔ (مگر تقدیر کا لکھا ٹل نہیں سکتا!)

سفیان بن عیینہ ابراہیم بن میسرہ سے اور وہ طاؤس سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے عراق جانے کے بارے میں مشورہ کیا تو میں نے عرض کیا آپ کی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کے سر کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھتا اور ہرگز عراق نہ جانے دیتا، تو وہ فرمانے لگے: میں فلاں فلاں علاقے میں شہید ہو جاؤں یہ مجھے مکہ میں شہید ہونے سے زیادہ پسند ہے، ان کی اس بات سے مجھے بڑی تسلی ہوئی۔

ابو مخنف حارث بن کعب سے روایت کرتے ہیں، وہ عقبہ بن سمعان سے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جس وقت کوفہ روانگی کا عزم مصمم فرما لیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: لوگوں میں مختلف افواہیں گردش کر رہی ہیں اور آپ عراق کا قصد کئے ہوئے ہیں، بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ فرمانے لگے: میں آج کل میں سفر کا عزم کر چکا ہوں، انشاء اللہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے! بتایئے کیا انہوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا ہے؟ دشمن کو ملک بدر کر دیا ہے؟ شہروں پر قبضہ کر چکے ہیں؟ ہاں اگر ایسا کر چکے ہیں تو ضرور تشریف لے جایئے! اور اگر ان کا امیر زندہ ان میں اقامت پذیر ہے اس کا لوگوں پر تسلط ہے، اس کے متعین کردہ عمال شہروں میں آتے جاتے ہیں تو پھر یاد رکھو انہوں نے آپ کو صرف اور صرف فتنہ برپا اور قتل کرنے کے لے بلایا ہے! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگ عوام میں اشتعال پیدا کر کے انہیں

آپ کے خلاف نہ کر دیں، اور جنہوں نے آپ کو بلایا ہے وہی دشمن نہ بن جائیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں استخارہ کروں گا پھر دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آکر فرمانے لگے: بھائی! میں صبر کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر مجھ سے صبر ہوتا نہیں، مجھے اس سفر میں آپ کی ہلاکت کا اندیشہ ہے، عراق والے بڑے غدار لوگ ہیں، آپ کبھی ان کے دھوکہ میں نہ آئیں! وہ لوگ جب تک اپنے ملک سے دشمن کو نہ مار بھگائیں آپ یہیں اقامت پذیر رہیں اس کے بعد وہاں تشریف لے جائیے، اگر وہ ایسا نہ کریں تو یمن چلے جائیے، اس ملک میں قلعے اور غاریں بے شمار ہیں آپ کے والد گرامی کے محبین کی ایک بڑی جماعت بھی وہاں موجود ہے، لوگوں سے کنارہ کش رہ کر انہیں خطوط لکھتے رہیں اور اپنے نمائندے بھیجتے رہیں، مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے پر اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب رہیں گے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرے عم زاد! مجھے یقین ہے کہ آپ انتہائی مخلصانہ نصیحت فرما رہے ہیں مگر میں تو سفر کا عزم کر چکا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر آپ کا جانا ہی ضروری ہے تو خدارا اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جائیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کو بھی بیوی بچوں کے ساتھ نہ قتل کر دیا جائے۔

دیگر بہت سے حضرات شبابہ بن سوار سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی نے فرمایا کہ میں نے امام شعبی سے سنا وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہ) مکہ میں مقیم تھے، انہیں اچانک اطلاع ملی کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ عراق کے ارادے سے نکل چکے ہیں، تین رات کی مسافت پر انہیں جا ملے اور فرمایا: کہاں جا رہے ہو؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عراق جا رہا ہوں! اہل عراق کے صحائف وخطوط نکال کر دکھائے کہ دیکھو یہ ان کے خطوط میرے نام آئے ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مت جائیے! وہ جانے پر مصر رہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، وہ یہ کہ جبریلؑ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دنیا وآخرت دونوں کے متعلق اختیار دیا تو آپ ﷺ نے آخرت کو اختیار فرمایا اور دنیا کو ٹھکرا دیا، آپ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کے جسد اطہر کا حصہ ہیں، اللہ کی قسم! آپ حضرات میں سے کوئی بھی اسے نہ پاسکے گا اللہ تعالیٰ نے آخرت ہی کی وجہ سے جو تمہارے لئے بہتر ہے دنیا کو تم سے ہٹا دیا۔ مگر پھر بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے معانقہ فرمایا اور رونے لگے اور فرمایا: شہید کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا انہیں سلیم بن حیان نے وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسین رضی اللہ عنہ کو تقدیر ہی لے چلی، جانے سے قبل مجھے علم ہو جاتا تو انہیں کبھی نہ جانے دیتا، ہاں مجھے پچھاڑ کر ہی جاتے تو اور بات ہوتی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: ابو عبداللہ! میں آپ کا خیر خواہ ہوں، آپ پر انتہائی شفیق ہوں، مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوفہ سے آپ کے چاہنے والوں نے خط وکتابت کر کے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی ہے؟ آپ ہرگز نہ جائیں۔ میں نے آپ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود سنا وہ کوفہ میں فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے اکتا گیا ہوں اور یہ لوگ مجھے برے لگنے لگے ہیں، یہ بھی مجھ سے اکتا گئے اور عداوت رکھنے لگے ہیں، یہ کبھی وفادار نہیں ہو سکتے، ان سے کام نکالنا ردی اور بیکار تیر سے کام نکالنے کی طرح ہے، اللہ کی قسم ان لوگوں کی نیتیں اچھی نہیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بھی آپ کے عراق کی طرف نکلنے کو گراں سمجھتے ہوئے آپ کی طرف خط لکھا کہ اطاعت اختیار کر کے جماعت کے ساتھ رہیے، ورنہ تو آپ اپنے مقتل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور لکھا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے کہ وہ فرما رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسین رضی اللہ عنہ سرزمین بابل میں شہید ہوگا۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انکا خط پڑھ کر فرمایا: اگر میرا یہ جانا مقتل کی طرف جانا ہے تو پھر میں جا

کر ہی رہوں گا۔

اسی طرح بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام آئے اور کہا: عم زاد عراقیوں نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ کے سامنے ہی ہے۔ آپ دنیا کے پجاریوں کے ہاں جا رہے ہیں، جنہوں نے آپ سے نصرت و مدد کا وعدہ کیا ہے وہی لوگ آپ کو قتل کریں گے۔ جو آپ سے محبت کرتے ہیں وہی آپ کو رسوا کریں گے، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھائی اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے! جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ فرما لیتے ہیں تو وہ ہو کر رہتا ہے، اس پر انہوں نے انا للہ پڑھی اور کہنے لگے: اللہ کے ہاں اجر وثواب کے امیدوار ہیں۔

عبداللہ بن جعفر نے بھی خط لکھا جس میں اہل عراق کے مکر و فریب سے ڈرایا اور اللہ کا واسطہ دے کر وہاں جانے سے روکا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک کام سونپا ہے میں اسے کر کے رہوں گا اور اسے انجام دینے سے پہلے کسی کو نہ بتاؤں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر. (ممتحنہ)

''اے ہمارے پروردگار ہم آپ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔''

اہل کوفہ کے نام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا خط اور اپنے آنے کی اطلاع:

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن قیس نے بتایا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب بطن ذی الرمہ کے مقام حاجر پر پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا اور مندرجہ ذیل مضمون کا خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

حسین بن علی کی طرف سے تمام اہل ایمان مسلمان بھائیوں کے نام، السلام علیکم! میں

تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اما بعد! میرے پاس مسلم بن عقیل کا خط پہنچ چکا جس میں تمہاری حسن رائے اور ہماری مدد و نصرت پر تمہاری اتفاق رائے کی خبر تھی، اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے ساتھ بہتر معاملہ فرمائے اور تمہیں اجر عظیم سے نوازے، میں ۸ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے کوفہ کی طرف نکل چکا ہوں قاصد پہنچنے پر معاملہ کو انتہائی خفیہ رکھنا میں عنقریب ہی تمہارے پاس پہنچا چاہتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (البدایہ والنہایہ)

ولا یخشون احدًا الا اللہ (احزاب)......اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے

شہادت کا شوق، جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی عجیب وغریب تفسیر:

قیس بن مسہر صیداوی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ روانہ ہوئے، ابھی قادسیہ ہی پہنچے تھے کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا، اس نے حکم دیا کہ محل کے اوپر چڑھ کر کذاب ابن کذاب یعنی علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرو! وہ اوپر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا کی اس کے بعد فرمایا: لوگو! بلاشبہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اس وقت سارے انسانوں سے بہتر ہیں، وہ جگر گوشہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، میں انکا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں، میں ان سے جدا ہوا تو وہ اس وقت بطن ذی الرمہ کے مقام حاجر میں تھے، ان کی پکار پر لبیک کہو اور سمع وطاعت بجالاؤ! اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار کر لیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ قصر سے نیچے گرا دیا جائے چنانچہ وہ گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئی تھیں مگر وہ ابھی زندہ تھے تو عبدالملک بن عمیر نے اٹھ کر اسے ذبح کر دیا اور کہنے لگے: تکلیف سے راحت دلانا مقصود تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خط لانے والے شخص عبداللہ بن بقطر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے انہیں محل سے نیچے گرایا گیا تھا۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ)

"اِنَّا اِلَی اللّٰہِ رَاغِبُوْنَ" (توبہ)...... "ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں"

مسلم بن عقیل کی ابتلاء اور ان کی شہادت کی خبر......

"ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔" (امام حسین علیہ السلام)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پھر کوفہ کا رخ کیا کیونکہ آپ تازہ ترین حالات سے یکسر لاعلم ہیں۔ ابو مخنف فرماتے ہیں کہ ابوعلی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جن دیہات سے گزر ہوتا وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہولیتے۔

ابو مخنف ابو جناب سے وہ عدی بن حرملہ وہ عبداللہ بن سلیم اور منذر بن مشمل سے روایت کرتے ہیں، یہ دونوں حضرات اسدی ہیں: فرماتے ہیں کہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ہماری مہم یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آملیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس پہنچ گئے، راستے میں بنو اسد کا ایک شخص کوفہ سے آتا ہوا ملا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے حالات دریافت کرنا چاہے مگر پھر رک گئے۔ ہم دونوں اس شخص کے پاس گئے اور کوفہ کے حالات معلوم کئے اس نے کہا: اللہ کی قسم میں جس وقت کوفہ سے نکلا اس وقت تک مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروۃ کو قتل کیا جاچکا تھا اور ان کی نعشوں کو بازاروں میں گھسیٹا جارہا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا، وہ حالات سن کر بار بار اِنَّا لِلّٰہ پڑھنے لگے، ہم نے عرض کیا: آپ اپنے بارے میں اللہ سے ڈریں! فرمانے لگے: ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں، ہم نے کہا: اللہ آپ کے لئے بہتری فرمائے، بعض ساتھیوں نے کہا: آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں، اللہ کی قسم آپ کو دیکھ کر تمام لوگ آپ کے گرد جمع ہوجائیں گے۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملی تو بنو عقیل کھڑے

ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم تو واپس نہیں لوٹیں گے یا تو ہم قصاص لیں گے یا پھر اپنے بھائی کی طرح موت کو گلے لگائیں گے۔ چنانچہ ان حضرات نے پھر سفر شروع کر دیا، مقام ''بزرود'' میں پہنچے تو وہاں انہیں قیس کی شہادت کی خبر ملی، جنہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مقام 'حاجز'' سے خط دیکر کوفہ روانہ فرمایا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے چاہنے والوں نے ہمیں رسوا کر دیا۔ اس کے بعد ساتھیوں میں اعلان فرمایا: جو شخص واپس جانا چاہے وہ بلا عذر جا سکتا ہے! ہماری طرف سے اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی۔ یہ اعلان سنتے ہی تمام لوگ دائیں بائیں منتشر ہو گئے، صرف وہ لوگ باقی رہے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس لئے فرمایا کہ بہت سے بدوی لوگ یہ سمجھ کر ساتھ ہو گئے تھے کہ ہم ایسے شہر جا رہے ہیں جہاں ان کی خلافت قائم ہو چکی ہے۔ حالات پلٹنے کا انہیں علم نہیں تھا اس لئے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مناسب نہ سمجھا کہ یہ لوگ حالات سے بے خبر ہو کر ساتھ چلتے رہیں۔ اس لئے صاف اعلان فرما دیا اب اعلان کے بعد صرف وہی لوگ ساتھ رہیں گے جو شہادت میں ان کے شریک ہونا چاہتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو فرمایا کہ اچھی طرح سیراب ہو جائیں۔ پھر سفر کرتے کرتے بطن عقبہ میں پڑاؤ ڈالا۔ (البدایہ والنہایہ)

الذین اتینٰھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ. (بقرہ)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے۔ جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور قراۃ قرآن کی ایک خوشگوار جھلک:

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن اسمٰعیل نے خبر دی انہیں جعفر بن سلیمان نے وہ یزید الوشک سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سے ملا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ جنگل بیاباں میں خیمے لگے ہوئے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں، لوگوں نے بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پڑاؤ ڈالا ہے، وہ کہتے ہیں: میں خیموں کے قریب آیا تو دیکھا کہ ایک شیخ تلاوت قرآن فرمار ہے ہیں ان کے رخسار اور ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ویرانے میں کیا مجبوری آپ کو کھینچ لائی ہے، فرمانے لگے: اہل کوفہ نے یہ خطوط میرے نام لکھے ہیں، مگر اب وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ ایسا کر گزرے تو پھر اللہ کی ہر حرمت کو چاک کر کے چھوڑیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان پر ایسے حکمران مسلط کر دیں گے جو انہیں رسوا کر کے دم لیں گے حتیٰ کہ یہ لوگ باندی کی اوڑھنی سے بھی زیادہ بے قیمت اور ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

محمد بن علی حسن بن دینار سے اور وہ معاویہ بن قرۃ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھ پر اس طرح ظلم و تعدی کرو گے جس طرح بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن میں کی تھی۔

اور علی بن محمد عن جعفر بن سلیمان کی روایت یوں ہے کہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ میرا دل چاک کر کے رہیں گے اگر یہ ایسا کر گزرے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے حکمران مسلط کر دیں گے جو انہیں ذلیل کر کے چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ یہ لوگ باندی کی اوڑھنی سے بھی زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہو جائیں گے۔ (البدایہ والنہایہ)

"یدعون ربھم خوفا و طمعا" (الم سجدہ)

وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔

اللہ کی حمد وثنا اور اس کے سامنے عاجزی:

ابو مخنف ابو خالد کاہلی سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: جب دشمن نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ ایزدی میں یوں عجز و نیاز کی: "الٰہی ہر پریشانی میں

تجھ ہی پر اعتماد ہے اور ہر مصیبت کے وقت تجھ ہی سے امید وابستہ ہے، ہر حال میں تو ہی توشہ اور قابل اعتماد ہے، بیشمار رنج والم ایسے ہیں جن میں دل ہمت ہار بیٹھتا ہے، تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں، دوست رسوا اور دشمن خوش ہو جاتے ہیں، ایسی مصیبت اور پریشانی کا تجھ ہی سے شکوہ ہے اسے تیرے ہی حضور پیش کرتا ہوں، سب سے منہ موڑ کر تجھ سے لو لگاتا ہوں، لہٰذا تو میری دستگیری فرما اسے دور فرما اور میری کفایت فرما، تو ہی منعم حقیقی ہے، ہر بھلائی تیری ہی طرف سے ہے اور تو ہی ہر شے کی انتہا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿وامر هم شوریٰ بینهم﴾ (شوریٰ) ''اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جنگ کیلئے تیار ہونا،

آپ کی جنگی چال اور جانوروں پر شفقت:

ابو مخنف ابو جناب سے روایت کرتے ہیں وہ عدی بن حرملہ سے اور وہ عبداللہ بن حرملہ سے اور وہ عبداللہ بن سلیم اور منذر بن مشمل سے، جو اسدی ہیں، یہ دونوں فرماتے ہیں کہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مقام ''شرف'' میں قیام کیا اور حسین رضی اللہ عنہ آگے چلنے لگے علی الصبح اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ: خوب اچھی طرح پانی پی لو پھر دو پہر تک سفر کرنا ہے، اتنے میں آپ نے ایک شخص کی تکبیر سنی، پوچھا کہ کس بات پر تکبیر کہی ہے؟ وہ کہنے لگا، کھجور کا باغ دکھائی دے رہا ہے، وہ اسدی حضرات کہنے لگے: اس علاقے میں کوئی کھجور کا باغ نہیں! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اچھا تمہیں کیا نظر آتا ہے؟ وہ غور سے دیکھ کر کہنے لگے لشکر چلا آرہا ہے! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہاں کوئی ایسی پناہ گاہ ہے جسے ہم اپنی پشت کی طرف رکھیں اور لشکر سامنے ہو؟ وہ بولے ہاں ذوحسم ایسی جگہ ہے، چنانچہ یہ لوگ اس مقام کے بائیں جا کر ٹھہرے اور خیمے لگالئے، اتنے میں حر بن یزید تمیمی کی سرکردگی میں ایک ہزار کا لشکر آپہنچا جو ابن زیاد کے روانہ کردہ لشکر کا مقدمۃ الجیش تھا، انہوں نے آکر ان کے مقابل پڑاؤ ڈال لیا، یہ وقت دو پہر کا تھا، حضرت

حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی عمامہ باندھے تلواریں سجائے ہوئے تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پانی خوب سیراب ہو کر پی لو اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ مد مقابل لشکر کے گھوڑوں کو بھی پلاؤ کہ دوپہر میں چل کر آئے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

والذین هم علی صلواتهم یحافظون. (مومنون)

''اور جو لوگ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔''

سیدنا حسین علیہ السلام غزوات میں بھی اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں نماز کی پابندی فرماتے ہیں، اور مقابل لشکر کا آپ کی امامت میں نماز پڑھنا:

بہت سے حضرات نے روایت کیا ہے کہ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو حجاج بن مسروق جعفی نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے اذان کہی، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ایک ازار اور ایک رداء (اوپر کی چادر) اور جوتے پہنے ہوئے خیمے سے تشریف لائے اور دوست و دشمن سب کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں اپنے آنے کی وجہ بیان فرمائی کہ کوفہ والوں نے خط لکھے کہ اسوقت ہمارا کوئی امیر نہیں لہذا آپ تشریف لے آئیں ہم آپ کی بیعت بھی کریں گے اور ہر ممکن مدد و نصرت بھی کریں گے، اس کے بعد نماز پڑھی آپ نے حر بن یزید سے پوچھا: آپ اپنے لشکر کو علیحدہ نماز پڑھائیں گے؟ وہ کہنے لگا: نہیں ہم بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے، چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، آپ کے تمام ساتھی بھی وہاں جمع ہو گئے، حر اپنے لشکر اور ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الظالمون. (مائدہ)

''اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کا حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ستم ڈھا رہے ہیں۔''

موت اس سے زیادہ آسان ہے:

عصر کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں لوگوں کو اپنی

اطاعت وفرمانبرداری اور ظالم وجابر حکمران کی بیعت ختم کرنے کی ترغیب دی، حر بن یزید نے کہا: ہمیں نہ تو خطوط کا علم ہے، اور نہ ہی لکھنے والوں کا، اس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے منگوا کر اس کے سامنے ڈال دیئے، کچھ ان میں سے پڑھ کر سنائے حر کہنے لگا: خطوط لکھنے والا ہم میں سے کوئی نہیں ہے، ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے دربار میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے تو موت زیادہ آسان ہے۔

وان جنحوا للسّلم فاجنح لها. (الانفال)

''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جائیں۔''

حر، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے ہی میں عافیت سمجھتا ہے:

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا، جب سب کے سب سوار ہو کر جانے لگے تو ان لوگوں نے ان کا راستہ روک لیا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے حر کو کہا: تیری ماں تجھے روئے، تو کیا چاہتا ہے؟ حر کہنے لگا: اللہ کی قسم اگر آپ کے علاوہ کوئی اور آپ جیسی حالت میں ہو کر مجھے یہ کلمات کہتا تو میں اسے بدلہ لئے بغیر نہ چھوڑتا، مگر ہم سے جہاں تک ہو سکے گا آپ کی والدہ محترمہ کا ذکر تو خیر سے ہی کریں گے، فریقین کا زبانی کلامی تبادلہ ہونے لگا، حر نے کہا: مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں ملا، میں تو آپ کو ابن زیاد تک پہنچانے پر مامور ہوں، اگر یہ بات آپ کو ناگوار ہے تو کوئی ایسا راستہ اختیار کر لیجیے جو کوفہ اور مدینہ دونوں سے جدا ہو اور اس عرصے میں آپ یزید کو خط لکھیں اور میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ کوئی عافیت کی راہ پیدا فرما دیں اور میں بھی آزمائش سے بچ جاؤں۔ (البدایہ والنہایہ)

فی البدیہہ کلام پر قدرت اور حاضر جوابی:

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عذیب وقادسیہ کے بائیں طرف کا راستہ اختیار کیا، حر بن یزید بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا، چلتے چلتے حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: حسین! میں آپ کو اللہ واسطہ دیتا

ہوں کہ اپنے آپ پر رحم کھایئے اگر آپ نے جنگ کی تو مارے جاؤ گے اور قتل کے بعد ہلاکت کا سامنا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے موت سے خوفزدہ کر رہے ہو! میں تو وہ بات کہتا ہوں جو اُسی شخص نے اپنے عم زاد کو اسوقت کہی تھی جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے ارادے سے جا رہا تھا اور اس کے عم زاد نے اسے موت سے ڈرایا تھا تو اس نے کہا: میں ضرور جاؤں گا جب نیت درست ہے اور اسلام کے لئے لڑے تو موت نوجوان کے لئے کوئی عار کی بات نہیں، اور موت وحیات سے بے خوف ہو کر نیک لوگوں کی پیروی کر کے ان تک پہنچوں گا۔

فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر. (الاحزاب)

''پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے مشتاق ہیں۔''

قیس بن مسہر کی شہادت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جنت میں ان کی معیت کی دعا کرنا

حر یہ سن کر کنارہ کش ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ فاصلے پر چلنے لگا، عذیب الجانات نامی مقام پر پہنچے تو کوفہ کی طرف سے چار افراد آتے دکھائی دیئے جو نافع بن ہلال کے کامل نامی گھوڑے کو ہانکتے اور دوڑاتے ہوئے لا رہے تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتے تھے طرماح بن عدی نامی شخص ان کی رہبری کے فرائض انجام دے رہا تھا اور یہ اشعار کہہ رہا تھا:

یا ناقتی لاتذعری من زجری وشمری قبل طلوع الفجر

بخير ركبان و خير سفر حتىٰ تحلي بكريم النجر

الماجد الحر رحيب الصدر اتى به اللّٰه لخير امر

ثمت ابقاه بقاء الدهر

ترجمہ: ''اے میری اونٹنی میری ڈانٹ سے مت گھبرا، اور کوشش کر کے طلوع فجر سے پہلے پہلے پہنچ جا۔ ان لوگوں کے ہاں جو بہترین سوار اور بابرکت مسافر ہیں اور عمدہ حسب ونسب والے کے پاس پہنچ جا جو بزرگوار، آزاد اور کشادہ دل ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ایک بہترین کام کے لئے لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں طویل زندگی بخشے۔''

حر نے ان لوگوں کو روکنا چاہا مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے منع فرمادیا، یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کوفہ کے حالات معلوم کئے ان میں سے مجمع بن عبداللہ عامری نامی شخص نے جواب دینا شروع کیا، کہنے لگا: وہاں کے روسا اور خواص آپ کے دشمن ہو چکے ہیں، کیونکہ بھاری بھاری رشوتیں لینے کی وجہ سے ان کے تھیلے دراہم سے بھرے ہوئے ہیں، اسی پر ان کی محبت اور خیر خواہی کی بنیاد ہے چنانچہ وہ سب کے سب آپ کی عداوت پر متفق ہیں، باقی رہے عوام الناس تو، ان کے دل آپ کی طرف ہیں مگر ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف استعمال ہوں گی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں میرے قاصد کا بھی کچھ علم ہے؟ وہ بولے آپ کا قاصد کون تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ قیس بن مسہر صیداوی! انہوں نے کہا کہ: ہاں ہوا ایسا کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ محل پر چڑھ کر آپ اور آپ کے والد پر لعنت بھیجے، تو اس نے اوپر چڑھ کر آپ اور آپ کے والد کے لئے دعا کی، لوگوں کو آپ کی نصرت و مدد کی دعوت دی اور انہیں آپ کے آنے کی اطلاع دی۔ اس پر اسے محل سے نیچے گرادیا گیا وہ گرتے ہی شہید ہو گئے، یہ سنکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ یہ آیت پڑھنے لگے:

"فمنهم من قضى نحبهٗ و منهم من ينتظر" یعنی ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض اس کے مشتاق ہیں، اس کے بعد فرمایا: اے اللہ جنت ان کا مہمان خانہ بنا اور ہم سب کو اپنی رحمت کے مقام اور چاہت بھرے اجر کے ذخائر میں جمع فرما۔ (البدایہ والنہایہ)

و يعلمك من تاويل الاحاديث (یوسف)...... "اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا"

طرماح کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اندیشہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا خود اپنے خواب کی تعبیر بیان کرنا:

اس کے بعد طرماح نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: غور کیجئے آپ کے پاس کیا سامانِ حرب ہے؟ یہ تو ایک مٹھی بھر جماعت ہے، اور یہ لوگ جو آپ کے ساتھ چل رہے ہیں آپ کے

ساتھیوں کیلئے بہت کافی ہیں اور جبکہ کوفہ کے میدان لاؤلشکر سے اٹے پڑے ہیں اور آپ پر حملہ کرنے کے لئے صرف اشارے کے منتظر ہیں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ آپ ایک قدم بھی ان کی طرف نہ بڑھیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی غیر معروف شہر میں ٹھہر جائیں جہاں ملوک غسان وحمیر، نعمان بن منذر اور روم فارس کی بھی رسائی نہ ہو سکے، اگر وہاں کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوا تو آپ کو دیہات لے چلوں گا، وہاں سے آپ قبیلہ طے کے لوگوں کے پاس جواجا اور سلمی نامی پہاڑوں میں بستے ہیں اپنے نمائندے بھیج کر اپنا کام کرتے رہیں اس طرح آپ جتنا عرصہ چاہیں ہمارے ساتھ رہیں اور میں بنو طے کے دس ہزار ایسے جانباز پیش کرنے کی ضمانت دیتا ہوں جو ماہر سیف وسنان ہوں گے، اور ان کے زندہ ہوتے ہوئے کوئی بھی آپ تک پہنچ نہ سکے گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جزاک اللہ فرماتے ہوئے ان کی پیش کش رد فرمادی، اس کے بعد طرماح نے آپ کو الوداع کہا اور چلتا بنا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے سفر پر رواں دواں ہو گئے، رات آئی تو اپنے ساتھیوں کو بقدر ضرورت پانی ساتھ لینے کو کہا اور پھر سفر شروع فرمادیا: دوران سفر آپ رضی اللہ عنہ پر نیند کا غلبہ ہوا اور قدرے آنکھ لگ گئی، آپ انا للہ وانا الیہ راجعون اور الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے بیدار ہوئے، اس کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں ایک گھڑسوار دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ قوم سفر پر رواں دواں ہے اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے، تو مجھے یقین ہو چکا کہ یہ ہماری موت کا اعلان ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

قد بدت البغضآء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر. (آل عمران)

"واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔"

تجھ سے روئے زمین کی حکومت چھن جائے یہ بہتر ہے، بنسبت اس

کے کہ اللہ کے حضور حسین رضی اللہ عنہ کا خون لیکر حاضر ہو، ناس ہو اس حکومت کا جو خونریزی کے بغیر قائم نہ ہو سکے، ابن زیاد بھی ہلاک ہو کہ لوگوں سے حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی قیمت لگاتا ہے

آپ رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہوتے ہی نماز فجر پڑھائی اور پھر سفر شروع فرمادیا اور نینوئی میں جا کر پڑاؤ ڈالا، وہاں پہنچتے ہی تیر کمان سے لیس ایک شخص کوفہ سے آیا، اس نے حر کو سلام کیا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کیا، اور ابن زیاد کا ایک خط حر کو دیا جس کا مضمون یوں تھا:

عراق پہنچنے تک حسین کے ساتھ ساتھ رہیں، کسی قلعہ یا دفاعی لحاظ سے محفوظ بستی میں نہ ٹھہرنے دیں، اسی طرح انہیں ان کے ساتھیوں سمیت مجھ تک پہنچائیں۔ یہ ۲ محرم ۶۱ھ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے، اگلے روز عمر بن سعد بن ابی وقاص ۴ ہزار کا لشکر جرار لیکر آپہنچا، اس لشکر کو ابن زیاد نے دیلم پر فوج کشی کے لئے تیار کیا تھا، مگر ابھی اپنی مہم پر روانہ نہیں ہوا تھا بلکہ کوفہ سے باہر ہی خیمہ زن تھا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع پا کر ابن زیاد نے اسے آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بھیج دیا اور ہدایت دی کہ یہاں سے فارغ ہو کر دیلم کا رخ کرنا، عمر بن سعد رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جانے سے معذرت چاہی تو ابن زیاد نے کہا: اس شرط پر معذرت قبول ہے کہ تمام علاقوں کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے! عمر نے کہا مجھے سوچنے کا موقع دیا جائے، انہوں نے اس بارے میں جس سے بھی مشورہ لیا اس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلنے سے منع فرمایا، ان کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے تو کہا کہ: حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہرگز نہ نکلنا، ورنہ خدا کے نافرمان اور قطع رحمی کرنے والے کہلاؤ گے اللہ کی قسم روئے زمین کی حکومت

جاتی رہے، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ کے حضور حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا داغ لے کر جاؤ: اس پر اس نے کہا: ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

ابن زیاد کی ہر ممکن کوشش ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ ان کی اطاعت اختیار کرلیں، اور اس ایمان کو تباہ کرنیوالی مہم سے پہلو تہی کرنے والے کو معزولی اور قتل کی دھمکی دینا

عبید اللہ بن زیاد نے سعد کو معزولی اور قتل کی دھمکی دی تو وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں چل نکلے اور مقابل آ کر پڑاؤ ڈالا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کس ارادے سے آئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اہل کوفہ نے خط لکھ کر بلایا ہے! اگر تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو واپس مکہ چلا جاتا ہوں سعد بن عمر یہ جواب سن کر کہنے لگا: مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے جنگ سے عافیت بخشیں گے، انہوں نے یہی جواب ابن زیاد کے پاس لکھ بھیجا، ابن زیاد نے انہیں لکھا کہ: جس طرح امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا پانی بند کر دیا گیا تھا اسی طرح ان کا بھی پانی بند کر دیا جائے اور انہیں یزید بن معاویہ کی بیعت پر مجبور کیا جائے، اگر وہ اس پر آمادہ ہیں تو آئندہ کے بارے میں پھر سوچیں گے، چنانچہ ایک جماعت اسپر مقرر کر دی گئی کہ انہیں پانی نہ لینے دیا جائے، اس جماعت کے امیر عمرو بن حجاج تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پیاس کی بددعا فرمائی چنانچہ وہ شدت عطش (پیاس) کی وجہ سے ہلاک ہوا۔

ابو مخنف عبدالرحمٰن بن جندب سے روایت کرتے ہیں اور عقبہ بن سمعانی سے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے شہید ہونے تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اللہ کی قسم انہوں نے جہاں کہیں جو بات بھی فرمائی وہ میں نے اچھی طرح سنی، انہوں نے نہ تو یزید کی بیعت پر آمادگی ظاہر فرمائی اور نہ ہی ملک بدر ہونے کی درخواست کی۔ بلکہ انہوں نے دو ہی باتیں رکھیں، یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں یا پھر حالات پلٹنے کا انتظار کریں اور اس وقت تک بادیانہ زندگی بسر کریں۔ اس کے بعد ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور اسے کہا کہ: اگر حسینی قافلہ میری اطاعت

پر آجائے تو ٹھیک ورنہ عمر بن سعد کو کہو کہ ان سے جنگ شروع کرے۔ اور اگر وہ اس سے پس و پیش کریں تو اسے قتل کر دو، اور تم لشکر کی کمان سنبھال لو۔ اور عمر بن سعد کے نام بھی ایک خط لکھا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنے پر دھمکی دی اور لکھا کہ: اگر وہ میرے پاس آئیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جنگ کرو!

ہمیں ابن سمیہ کی امان نہیں چاہئے:

عبداللہ بن ابو المحل نے اپنے پھوپھی زاد بھائیوں عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان کے لئے ابن زیاد سے امان حاصل کر لی، ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام بن علی تھیں، انہوں نے یہ امان نامہ اپنے کرمان نامی غلام کے ذریعے ان حضرات کے پاس بھیجا (یہ چاروں حضرات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) وہ امان نامہ دیکھ کر کہنے لگے: ہمیں ابن سمیہ کی امان کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں تو ان سے کہیں بہتر امان کی امید ہے، شمر ابن زیاد کا حکم لے کر آچکا تھا، عمر بن سعد سے کہنے لگا: بتاؤ آپ جنگ کرتے ہو یا لشکر ہمارے حوالے کرتے ہو؟ عمر نے کہا یہ اعزاز تمہیں کیوں ملے؟ میں خود جنگ کروں گا، شمر کو پیادہ لشکر کا امیر بنا دیا، اب ۹ محرم کی شام کو یہ لوگ جنگ کے لئے اٹھے، شمر نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا ہمارے بھانجے کہاں ہیں، تمہیں امان ہے، وہ کہنے لگے اگر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی امان ہو تو ٹھیک ورنہ ہمیں تمہاری امان کی کوئی ضرورت نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

تم ہمارے پاس آنے والے ہو!

اس کے بعد عمر بن سعد نے لشکر میں اعلان کیا کہ حملے کے لئے تیار ہو جاؤ اور فتح و نصرت کی بشارت سن لو! لشکر نے تیار ہو کر اسی روز نماز عصر کے بعد حملہ کر دیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے سامنے تلوار حمائل کئے بیٹھے تھے کہ اچانک نیند کا غلبہ ہو گیا، آپ کی بہن نے لشکر کا شور سن کر آپ کو جگایا آپ نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ: میں نے رسول

اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو! یہ سن کر بہن نے اپنے چہرے پر تھپڑ مارا اور فرمانے لگیں ہائے ہلاکت! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خاموش رہو اللہ تم پر رحم فرمائے، اس کا نام ہلاکت نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

تم بدترین قوم ہو اپنے نبی کی اولاد کا خون کرتے ہو؟ حالانکہ وہ اس زمانے کے تمام انسانوں سے افضل و بہتر ہیں، قوم حملہ کے ارادے سے بڑھ رہی ہے، مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں

عباس بن علی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: بھائی وہ آرہے ہیں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ ان سے پوچھو کیا مقصود ہے؟ یہ ۲۰ سواروں کے ساتھ ان کی طرف بڑھے اور پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ امیر کا حکم آیا ہے یا تو اطاعت اختیار کرلیں ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ وہ کہنے لگے: تم یہیں ٹھہرو، میں ابو عبداللہ کو اس کی اطلاع کر دوں، یہ کہہ کر وہ چلے گئے ان کا آپس میں زبانی کلامی تبادلہ ہوا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے فرمایا: تم بدترین لوگ ہو! اپنے نبی کی اولاد اور اس زمانے کے سب سے بہتر انسان کا خون کرتے ہو!

(البدایہ والنہایہ)

ایک روحانی پہلو جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک جہادی زندگی کا عظیم حصہ ہے، جس سے روگردانی ناممکن ہے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں: اب واپس چلے جاؤ تاکہ رات بھر اپنے معاملے میں غور وفکر کرلوں۔ عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ کہنے لگا: امیر آپ ہیں اصل رائے تو آپ کی ہی ہے! عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا: سبحان اللہ اگر دیلم کا باشندہ بھی تم سے یہ سوال کرتا تو تمہیں پورا کرنا

چاہئے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا جو کچھ وہ فرمارہے ہیں قبول کرلو، صبح ضرور لڑیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج کی رات ہم نماز، دعا اور استغفار میں گزاریں گے، اللہ کو خوب معلوم ہے کہ مجھے نماز، تلاوت قرآن، استغفار اور دعا سے بڑی محبت ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتے، اور خود کا مکمل طور پر تیار ہونا، اللہ کے حضور امیدوار رہنا:

اس رات سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اہل وعیال کو وصیت فرمائی اپنے ساتھیوں کو ابتدائے رات میں جمع فرماکر ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں یہ بات بھی فرمائی کہ تم میں سے جو شخص جانا چاہے اسے میری طرف سے اجازت ہے ان کا مقصد صرف مجھے قتل کرنا ہے، مالک بن نفر نے کہا: میں مقروض اور عیال دار آدمی ہوں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات آچکی ہے اسے غنیمت سمجھو، ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک فرد کو اپنے ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں اپنے شہر اور علاقے کی طرف نکل جائے، کیونکہ ان کا مطلوب تو صرف میں ہی ہوں، تمہارا تعاقب کرنے کی بجائے مجھ ہی سے جھڑپیں کرتے رہیں گے، تم لوگ حالات بدلنے تک وہیں رہنا۔ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل نکالیں گے۔ (البدایہ والنہایہ)

"قالوا نحن انصار اللہ" (صف) "کہنے لگے ہم اللہ کے مددگار ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار کیساتھ، اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کے ساتھ انداز گفتگو میں عظیم مشابہت...... موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان ہونے والی گفتگو کا بالکل برعکس:

آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، بھتیجے اور بہنیں کہنے لگیں، آپ کے بعد ہمارا زندہ رہنا بے کار ہے، اللہ

تعالیٰ ہمیں آپ کے مصائب نہ دکھائے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو عقیل! تمہارے بھائی مسلم کی شہادت ہی تمہارے لئے کافی ہے، تمہیں میری طرف سے بخوشی اجازت ہے، وہ کہنے لگے: لوگ کیا کہیں گے کہ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے کارزار سیف وسنان آزمائے بغیر اپنے سردار، شیخ اور چچا کی اولاد کو تنہا چھوڑ کر چل دیئے! اللہ کی قسم ایسا نہیں کر سکتے، بلکہ اپنے اہل و عیال اور جان و مال کو آپ پر قربان کر دیں گے اور لڑتے لڑتے آپ کے ساتھ فنا ہو جائیں گے۔ اللہ آپ کے بعد زندگی کو مکدر کر دے۔ ایسی ہی باتیں مسلم بن عوسجہ اسدی نے بھی کیں۔ سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا اللہ کی قسم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں گے، ہم اللہ تعالیٰ کو دکھائیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم نے آپ کی حفاظت میں اپنی جان قربان کر دی، اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے سو بار قتل کر کے آپ رضی اللہ عنہ کی اور اہلبیت کی جان بخشی ہو جائے تو میں اسے ترجیح دوں گا، مگر کیا کروں میری تو ایک ہی جان ہے، باقی حضرات نے بھی ایسی ہی باتیں کیں کہنے لگے: اللہ کی قسم آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے، ہم اپنے جسموں، چہروں، سینوں اور ہاتھ پاؤں سے آپ کی حفاظت کریں گے، اپنی جان آپ پر قربان کر کے سمجھیں گے کہ ہمارے ذمہ آپ کا جو حق تھا اس کا ذرہ ادا ہوا ہے، آپ کے بھائی عباس نے کہا: اللہ ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ آپ موجود نہ ہوں، آپ کے بعد ہمیں زندگی کی کوئی چاہت نہیں، اسی طرح تمام حضرات نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ (البدایہ والنہایہ) ج

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں، اور پیش آنے والے حالات کا اظہار اور اس پر

امام زین العابدین رحمہ اللہ، جن سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا، کا پریشان ہونا:

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ مجھے حارث بن کعب اور ابو الضحاک نے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بتایا، وہ فرماتے ہیں کہ: جس دن میرے والد محترم شہید ہوئے اس رات میں بیٹھا ہوا تھا، میری پھوپھی زینب میری تیمارداری فرما رہی تھیں، میرے والد

صاحب اپنے ساتھیوں سمیت اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، وہاں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بھی تھے، وہ آپ کی تلوار کو صیقل کر رہے تھے، میرے والد صاحب کی زبان پر یہ اشعار تھے۔ "یاد ھر اف الخ" ہائے اے زمانہ! تیری دوستی پر افسوس ہے۔

صبح شام کتنے ہی تیرے دوست بدلتے رہتے ہیں اور کتنے ہی تیرے چاہنے والے قتل ہو رہے ہیں، اور حال یہ ہے کہ تو ان کے بدلے کسی اور کو قبول ہی نہیں کرتا تمام امور کی باگ ڈور تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، ہر زندہ اس راہ پر چل کر رہے گا۔

ان اشعار کو انہوں نے دو تین مرتبہ دہرایا تو مجھے یاد ہو گئے اور میں آپ رضی اللہ عنہ کا مطلب سمجھ گیا، میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا اور خاموش رہا اور مجھے یقین ہو چکا کہ مصیبت آ کر رہے گی۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اپنی ہمشیرہ کو صبر کی تلقین کرنا جس سے آپ کی خلق و امر، قضا و قدر کی معرفت اور ایمانی عقیدے کی جھلک ظاہر ہوتی ہے اور امت مسلمہ جس نقصان سے دوچار ہونے والی ہے، آپ کی ہمشیرہ سے اس نقصان کی حسن تعبیر:

فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی افسوس کرتے ہوئے اٹھیں اور ان کے پاس جا کر کہنے لگیں: ہائے میری بربادی!! کاش کہ موت مجھے اس دن سے پہلے مٹا چکی ہوتی، میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلی گئیں، والد مکرم سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے، اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ بھی جاتے رہے، اے ماضی کے خلیفہ اور باقی ماندہ لوگوں کے فریاد رس! اس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: میری پیاری بہن! شیطان تیرے صبر و ضبط کو ضائع نہ کر دے، وہ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا اپنے آپ کو ذبح کرانے آئے تھے، یہ کہہ کر اپنے چہرے پر تھپڑ مار کر گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں۔ آپؓ نے چہرے پر پانی ڈالا اور ہوش

آنے پر فرمایا: پیاری بہن! اللہ سے ڈرو، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو، اللہ کی رضا پر راضی رہو! اس بات کا یقین رکھو کہ تمام اہل زمین و آسمان نے فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔ ہر چیز فنا ہو کر رہے گی صرف اس ذات کو بقا ہے جس نے اپنی قدرت سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر سب کو اپنی قدرت اور غلبے سے مارے گا۔ پھر سب کو زندہ کرے گا، اسی اکیلے کی حکومت ہوگی، وہ اکیلا اور یکتا ہے، دیکھو میرے والد محترم مجھ سے بہتر تھے، والدہ مکرمہ بھی بہتر تھیں اور بھائی بھی بہتر تھے میرے لئے، ان کے لئے بلکہ ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔ پھر انہیں سختی سے منع فرمایا کہ میری شہادت کے بعد کسی قسم کا واویلا نہ مچانا، اس کے بعد انکا ہاتھ پکڑ کر میرے خیمے میں بھیج دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿ما كان الله ليذر المومنين على مآ انتم عليه حتّٰى يميز الخبيث من الطيب﴾ (آل عمران)

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے ممیز نہ فرمادے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی رات اور اتباع نبوی اور (وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور قیام وسجدے میں رات گزارتے ہیں) کی عملی تفسیر، اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا کتاب اللہ میں امتیازی تدبر و تفکر:

اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس تشریف لے گئے، اور ہدایات دیں کہ: خیموں کو اتنا قریب کر دیں کہ رسیاں ایک دوسری میں آجائیں اور دشمن مقابل سمت کے علاوہ کہیں اور سے ان کا رخ نہ کر سکے، اور دائیں، بائیں اور پیچھے ہر طرف سے حفاظت ہو!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ساری رات نماز، دعا، استغفار اور تضرع میں لگے رہے، دشمن کا حفاظتی دستہ ساری رات ان کی نگرانی کرتا رہا عزرہ بن قیس احمسی اس دستے کا امیر تھا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے:

ولا یحسبن الذین کفروآ انّما نملی لھم خیرٌ لانفسھم اِنّما نملی لھم لیزدادوآ اِثمًا ط ولھم عذاب مھین O ما کان اللّٰہ لیذر المومنین علٰی مآ انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب.

''اور جولوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہر گز نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں۔ جس میں انکو جرم میں اور ترقی ہو جاوے اور ان کو توہین آمیز سزا ہوگی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرمادے۔''

﴿مذبذبین بین ذلک لا الٰی ھٰؤلاء ولا الی ھٰؤلاء﴾ (نساء)

''معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان نہ ادھر نہ ادھر۔''

کہنے لگے بیشک میں بھی اس پر گواہ ہوں، حق تو وہ ہے دشمن جسکی گواہی دیں

ان آیات کو ابن زیاد کے لشکر کے حفاظتی دستے کے ایک شخص نے سنا تو کہنے لگے رب کعبہ کی قسم ہم لوگ پاک ہیں اللہ نے ہمیں تم سے علیحدہ کیا ہے۔ (علی بن حسین رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ: میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور زید بن حضیر سے کہا: تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہنے لگے: میں نہیں جانتا، میں نے کہا، یہ ابوحرب سبیعی عبیداللہ بن شمیر ہے، یہ بہت مزاحی، بہادر، شریف شجاع اور انتہائی نڈر تھا۔

سعید بن قیس نے کئی بار اسے اپنے خیمے میں قیدی بنا کر باندھا تھا، یزید بن حصین نے اس کو کہا: اے فاسق! تو کب سے پاک لوگوں میں سے بن گیا؟ وہ کہنے لگا: تیرا ناس ہو! تو کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں یزید بن حصین ہوں! یہ سن کر اس نے انا للہ پڑھا اور کہا: اللہ کے دشمن! واللہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

وہ (ابن زیاد) تمہیں کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟ یزید بن حصین فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا:

تو اپنے کبیرہ گناہوں سے تائب نہیں ہوسکتا؟ اللہ کی قسم ہم پاک لوگ ہیں اور تم انتہائی ناپاک ہو اوہ کہنے لگا: بیشک میں بھی اس پر گواہ ہوں۔ انہوں نے کہا: سب کچھ جانتے ہوئے تم باز نہیں آتے؟ کہتے ہیں کہ اس کے بعد دستے کے امیر عزرہ بن قیس نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میل کھاتی حسن تدبیر اور نماز باجماعت کا اہتمام:

کہتے ہیں کہ اگلے روز جو یوم عاشورا اور جمعہ کا دن تھا، بعض نے ہفتہ کہا ہے، عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو نماز پڑھائی اور جنگ کے لئے صف آراء ہوگئے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے احباب کو نماز پڑھائی جن میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ تھے، نماز کے بعد صف بستہ ہوئے، میمنہ پر زہیر بن قین، میسرہ پر حبیب بن مطہر کو امیر مقرر فرمایا اور جھنڈا اپنے بھائی عباس کو دیا، خیموں اور مستورات کو اپنے پیچھے رکھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے رات ہی کو خیموں کے پیچھے ایک بڑی خندق کھدوا کر اس میں لکڑی گھاس پھوس ڈلوا کر آگ جلادی تھی تا کہ کوئی دشمن ادھر کا رخ نہ کر سکے۔ (البدایہ والنہایہ)

یہ عمل وہی انسان کرسکتا ہے جسے اپنے رب کی ملاقات کا پختہ یقین ہو اور وہ اپنے رب سے انتہائی عمدہ حالت میں ملنا چاہتا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول "آپ ہمارے پاس آرہے ہو" کی عملی تفسیر:

عمر بن سعد نے میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی، میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن، یاد رہے کہ ذوالجوشن کا نام شرجیل بن اعور بن عمرو بن معاویہ ہے جن کا تعلق بنو ضباب بن کلاب سے ہے، اور سوار دستے پر عزرہ بن قیس احمسی کو پیادہ پر شیث بن ربعی کو امیر مقرر کیا، وردان نامی اپنے غلام کو جھنڈا دیا، دونوں لشکر صف آراء تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ایک خیمے میں تشریف لے گئے، غسل فرمایا، نورہ استعمال کیا، وافر مقدار

میں مشک لگائی۔ (البدایہ والنہایہ)

حسینی درسگاہ کے جرنیل اور حور عینا سے ملاقات وشوقِ شہادت میں ان کا امتیازی واہم کردار:

اس کے بعد چند دیگر جرنیلوں نے بھی اسی طرح غسل کیا خوشبو لگائی، کچھ لوگ کہنے لگے: یہ غسل کا کونسا وقت ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا: چھوڑو تمہیں اس سے کیا سروکار، واللہ یہ انتہائی اہم وقت ہے۔ یزید بن حصین نے کہا: واللہ میری قوم کو خوب معلوم ہے کہ میں نے غلط بات کو نہ جوانی میں سراہا نہ اس ادھیڑ عمر میں، میں تو شوق شہادت میں خوش ہوں، اللہ کی قسم حور عینا اور ہم میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ آگے بڑھ کر ہمیں قتل کر ڈالیں اور بس۔ (البدایہ والنہایہ)

ان ولیّ ے اللّٰہ الذی نزل الکتب وھو یتولّی الصّٰلحین . (اعراف)

"یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔"

حسینی جہاد، تلوار وقرآن کی جامع، اور اس منظر سے حاصل ہونے والے دروس اور عبرتیں:

اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے، قرآن کریم اپنے سامنے رکھا ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، اے اللہ ہر پریشانی میں تجھ ہی پر بھروسہ ہے اور ہر مصیبت میں تجھ ہی سے امید وابستہ ہے (آخر تک) آپ کے بیٹے علی بن حسین بھی احمق نامی گھوڑے پر سوار ہوئے آپ مریض اور انتہائی لاغر تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند فرمایا: لوگو! میں تمہیں ایک خیر کی بات کہتا ہوں غور سے سنو! یہ سنکر سب خاموش ہوگئے۔ آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور فرمایا: لوگو! اگر تم نے انصاف کرتے ہوئے میری بات کو قبول کرلیا تو تم لوگ انتہائی سعادت مند ہو

جاؤ گے اور میرے خلاف تمہیں کوئی سبیل نظر نہیں آئے گی اور اگر قبول نہیں کرتے تو پھر تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کر لو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہئے پھر میرے ساتھ جو چاہو کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

آپ ؓ کا قاتلین پر حجت قائم کرنا:

اخلاء اذا استغنیت عنهم　　　اعداء اذا نزل البلاء

''ضرورت نہ ہو تو دوست ہیں اور مصیبت کے وقت دشمن ہیں''

ہمشیرگان و بنات نے یہ کلمات سنے تو وہ رونے لگیں، اس وقت آپ ؓ نے فرمایا: اللہ ابن عباس کو سلامت رکھے، انہوں نے مکہ سے نکلتے وقت فرمایا تھا کہ حالات درست ہونے تک خواتین کو ساتھ نہ لے جائیں، پھر اپنے بھائی عباس کو بھیج کر انہیں خاموش کرایا اس کے بعد لوگوں کو اپنی فضیلت علو حسب و نسب عالی مرتبت اور شرافت یاد دلاتے ہوئے فرمایا: اپنے آپ کا محاسبہ کرو اور سوچو کہ کیا میرا قتل تمہارے لئے مناسب ہے؟ جبکہ میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں، روئے زمین پر کوئی اور آپ ﷺ کا نواسہ نہیں، اور علی جیسے عظیم المرتبت انسان میرے والد اور جعفر طیار میرے چچا اور سید الشہداء عباس ؓ میرے والد کے چچا ہیں، آپ ﷺ نے میرے اور بھائی حسن ؓ کے ہی بارے میں بیان فرمایا تھا کہ ''یہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، اگر تم لوگ میری باتوں کی تصدیق کرتے ہو جبکہ یہ سب باتیں سچ ہی ہیں، اللہ کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے ناراض ہوتے ہیں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وگرنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جابر بن عبداللہ، ابو سعید، سہل بن سعد زید بن ارقم، اور انس بن مالک سے ان باتوں کی تصدیق کر سکتے ہو، وہ تمہیں بتائیں گے۔ تمہارا ناس ہو! اب بھی تم لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے! کیا یہ باتیں تمہیں میرے قتل سے باز رکھنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳، ۱۹۴)

وترٰهم ینظرون الیک وهم لا یبصرون. (اعراف)

''اوران کوآپ دیکھتے ہیں کہ گویاوہ آپ کودیکھ رہے ہیں اوروہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اقامت حجت وگفتگو کا انداز اوراس بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کی خودداری وغیرت مندی:

یہ سن کرشمر بن ذی الجوشن نے کہا: اگران کی بات میری سمجھ میں آرہی ہوتو میں تذبذب میں اللہ کی عبادت کرنے والا بنوں، اس پر حبیب بن مطہر بولے، شمر! اللہ کی قسم تو ستر مرتبہ تذبذب کی حالت میں عبادت کرتارہے، اللہ کی قسم ہم سمجھ رہے ہیں کہ وہ کیا فرمارہے ہیں، تیرے دل پرتو مہرلگ چکی ہے، اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! میرا راستہ نہ روکو! مجھے جہاں امن ملے وہاں جانے دو! وہ کہنے لگے! اپنے چچازاد کی اطاعت کیوں نہیں اختیار کرلیتے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی پناہ میں اس متکبر سے اپنے اورتمہارے رب کی پناہ چاہتا ہوں جو یوم حساب پرایمان نہیں رکھتا، اس کے بعد اپنی سواری بٹھاکرعقبہ بن سمعان کواسے باندھنے کا کہا اورآپ نے فرمایا: بتاؤ! کیاتم لوگ کسی مقتول کے بدلے مجھے قتل کرتے ہو؟ میں نے کسی کا مال کھایاہے؟ یاکسی کوزخمی کیاہے؟ اس پرسب خاموش رہے، آپ نے فرمایا: اے شبیب بن ربعی، اے حجاز بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث! کیاتم نے مجھے خطوط نہیں لکھے کہ پھل تیارہیں، باغ سرسبز وشاداب ہیں آپ تشریف لایئے، تیارفوج آپ کوملے گی! وہ کہنے لگے ہم نے نہیں لکھے، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ، اللہ کی قسم تم نے ہی لکھے ہیں، اس کے بعد فرمایا: لوگو! اگرمیرا آناتم پرگراں ہے تومجھے واپس جانے دو! اس پرقیس بن اشعث بولا: آپ اپنے چچازاد کی اطاعت کیوں قبول نہیں کرلیتے، وہ آپ کوستائیں گے نہیں، آپ انہیں اپنی مرضی کے مطابق پاؤ گے! آپ نے فرمایاتو بھی آخراپنے بھائی کے نقش قدم پر ہے، کیاتو یہ چاہتا

ہے کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیل کے علاوہ تجھ سے مزید خون کا مطالبہ کریں۔ اللہ کی قسم! میں ذلیل لوگوں کی طرح ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دوں گا، اور نہ ہی غلاموں کی طرح ان کی اطاعت قبول کروں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

هذا بلاغ للناس و لینذ روا به. (ابراهیم)

''یہ لوگوں کے لئے احکام کا پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعے ڈرائے جاویں۔''

حسینی قافلے کے ایک بہادر کا نافرمان و سرکش حکومت کو رسوا کرنا اور اس معاملے میں اس کی جرأت وبیباکی:

اس کے بعد وہ لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ بولنے لگے، تو زہیر بن قین جو مسلح اور تیار کھڑے تھے، نے کہا: کوفہ والو اللہ کے عذاب سے ڈرو! اللہ کے عذاب سے ڈرو مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا ایک اہم فریضہ ہے۔ ہم لوگ ابھی تک آپس میں بھائی بھائی، ایک دین اور ایک ملت پر ہیں مگر جب طرفین میں تلوار چل پڑے گی تو پھر تم الگ ہم الگ، اللہ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی کی اولاد کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ اور وہ دیکھنا چاہتے ہیں، کہ ہم ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں، میں تمہیں ان کی نصرت اور ابن زیاد کی سرکش حکومت کی رسوائی کی دعوت دیتا ہوں، تم ان کی طرف سے ہمیشہ برائی ہی دیکھو گے، وہ تمہاری آنکھیں سی دیں گے، ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے تمہارا بری طرح مثلہ کریں گے تمہارے حجر بن عدی، ہانی بن عروۃ وغیرہ جیسے بزرگوں اور قاریوں کو قتل کر دیں گے۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لخت جگر ابن سمیہ سے زیادہ لائق محبت ہے قیامت کے روز رسوائی اور دردناک عذاب کی بشارت سن لو:

یہ سن کر اہل کوفہ نے زہیر کو گالی دی، ابن زیاد کی تعریف کی اس کے لئے دعا کی، اور کہنے

لگے: تجھے اور تیرے ساتھیوں کو قتل کر کے دم لیں گے، انہوں نے کہا: فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لخت جگر ابن سمیہ سے محبت کا زیادہ حقدار ہے، اگر تم ان کی نصرت نہیں کر سکتے تو قتل تو نہ کرو! میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، معاملہ ان پر اور انکے چچازاد یزید بن معاویہ پر چھوڑ دو، یہ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں، مجھے اپنی جان کی قسم! یزید، حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے بغیر ہی تمہاری اطاعت سے خوش ہو جائے گا۔ اتنے میں شمر نے تیر چلایا اور کہا: اللہ تجھے قتل کرے خاموش ہو جا۔ اپنی باتوں سے تو نے ہمیں بور کر دیا۔ زہیر نے اس کو کہا: ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کی اولاد! میں تجھ سے مخاطب نہیں تو تو جانور ہے، اللہ کی قسم! تو قرآن کریم کی دو آیتوں کے مطابق بھی فیصلہ نہیں قبول کرتا تو پھر قیامت کے روز رسوائی اور دردناک عذاب کی بشارت سن لے۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿فلا یغررک تقلبهم فی البلاد﴾ (غافر)

''سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے۔''

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کا خون کرے گا، ان کے مددگاروں اور حمایتیوں کو قتل کرے گا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہے:

شمر نے کہا: اللہ تعالیٰ ابھی کچھ دیر بعد تجھے اور تیرے ساتھیوں کو قتل کرے گا زہیر نے کہا: تو مجھے موت سے ڈراتا ہے! اللہ کی قسم ان کے ساتھ مرنا، تمہارے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے بعد زہیر نے بآواز بلند لوگوں سے کہا: لوگو! اس جیسے اکھڑ بیوقوف اور سنگدل لوگوں کی وجہ سے اپنے دین کو خطرے میں نہ ڈالنا، اللہ کی قسم! جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کا خون کرے گا، ان کے مددگاروں اور نصرت کرنے والوں کو قتل کرے گا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿فویلٌ للذین ظلموا من عذاب یوم الیم﴾ (زخرف)

''سو ان ظالموں کے لئے ایک دردبھرے دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔''

حربن یزید کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید اور آپ کا دفاع کرنا اور اہل کوفہ کیلئے بددعا کرنا:

حربن یزید نے عمر بن سعد سے کہا: اللہ تیری اصلاح فرمائے، کیا تو ان سے جنگ کرے گا، وہ کہنے لگا: ہاں اللہ کی قسم معمولی جنگ ہوگی جس میں چند سر کٹیں گے اور چند ہاتھ ضائع ہوں گے، حر کوفہ کے بہادر ترین لوگوں میں سے تھا، بعض لوگوں نے انہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت پر ملامت کی تو کہنے لگا، اللہ کی قسم مجھے جنت و جہنم دونوں میں اختیار ملا ہے تو میں جنت پر کسی اور چیز کو کس طرح ترجیح دے سکتا ہوں۔ خواہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا مجھے جلا دیا جائے، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملے، گذشتہ معاملات کی معذرت چاہی، اس کے بعد کوفہ والوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اہل کوفہ! تمہاری ماں تمہیں گم کرے، تم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا تاکہ ان کی اطاعت اختیار کرو اور ان کی ہر طرح مدد و نصرت کرو گے مگر اب تم ان کے قتل کے درپے ہو گئے ہو، تم انہیں اللہ کی وسیع و عریض زمین پر جہاں کتے اور خنزیر کے لئے بھی کوئی ممانعت نہیں، جانے سے روکتے ہو، دریائے فرات کا پانی کتے اور خنزیر پی سکتے ہیں مگر حسین رضی اللہ عنہ جو پیاس کی وجہ سے نڈھال ہے نہیں پی سکتا! تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی آل کے بدترین وارث ہو! تم لوگ اس وقت آج کے دن جو کچھ کرنے لگے ہو اگر اس سے توبہ تائب نہ ہوئے تو اللہ تمہیں قیامت کے روز کی سخت پیاس کے وقت پانی نہ پلائے۔ جس فرات سے یہود و نصاریٰ پانی پیتے ہیں جنگل کے کتے اور خنزیر اس میں لوٹ پوٹ ہوتے ہیں مگر تم نے وہی پانی حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین رضی اللہ عنہ پر بند کر دیا! اب وہ تمہارے ہاتھ میں اس قیدی کی طرح ہیں جو اپنے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿اولٰئک الذین اشترو االضللۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین﴾ (بقرہ)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سودمند نہ ہوئی، ان کو یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقے پر چلے۔''

عمر بن سعد! تم نے بہت برا کیا! مسلمان تو ایسا نہیں کرتے:

عمر بن سعد نے آگے بڑھ کر اپنے غلام سے کہا: درید جھنڈا آگے کرو! اس نے جھنڈا آگے کیا تو اس نے ایک تیر چلایا اور کہنے لگا گواہ رہنا میں نے سب سے پہلے دشمن پر تیر چلایا ہے اس کے بعد لوگوں نے بھی تیر اندازی شروع کر دی، یسار مولی زیاد اور سالم موئی عبید اللہ نے میدان میں نکل کر للکارا اور دعوت مبارزت دی، ان کے مقابلے میں عبد اللہ بن عمر کلبی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکلے اور پہلے یسار کو قتل کیا، پھر سالم کو۔ مگر سالم نے بھی ایک وار کر کے ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں اڑا دی تھیں۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین﴾ (زخرف)

''سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ سے تعرض کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے، اے اللہ اسے جہنم میں دھکیل دے:

عبد اللہ بن حوزہ نامی ایک شخص حملہ کرتے کرتے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قریب آ پہنچا اور کہنے لگا: حسین رضی اللہ عنہ تمہیں جہنم کی بشارت ہو! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں میں تو مہربان رب اور شفیع مطاع (ایسا سفارشی جس کی سفارش قبول ہو) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں گا، دوزخ کا تو تو

زیادہ حقدار ہے، یہ سنکر وہ واپس ہوا اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی یہ نیچے گرا، گرتے وقت پاؤں رکاب میں الجھ گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس نے اپنا نام ابن حوزہ بتایا تھا تو اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللّٰھم حزہ الی النار" یعنی اللہ اسے جہنم میں دھکیل دے۔

یہ سن کر ابن حوزہ آگ بگولہ ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا چاہا مگر نہر دونوں کے درمیان حائل تھی، چنانچہ اس کے ایک حصے کو گھوڑوں نے روندڈالا اور ایک حصہ رکاب میں معلق رہا مسلم بن عوسج نے ایک وار کر کے اس کا دایاں پاؤں بھی کاٹ دیا، گھوڑا اسی حالت میں اس کو لئے پھرتا رہا، جس پتھر کے قریب سے گزرتا وہ اس کے سر میں لگتا، اسی طرح ہلاک ہوگیا۔

(البدایہ والنہایہ)

﴿یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب و یرجون رحمته﴾ (بنی اسرائیل)

"وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں۔"

ایک مرد اور عورت کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے نکلنا، اور اسے افضل جہاد سمجھنا:

ابو مخنف ابو جناب سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بنو علیم کا ایک عبداللہ بن نمیر نامی شخص تھا، وہ کوفہ میں رہتا تھا، قبیلہ ھمدان کے بیئر جعدان کے قریب اس کی رہائش تھی، اس کی بیوی نمر بن قاسط سے تھی، انہوں نے دیکھا کہ لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے جا رہے ہیں تو کہنے لگے: اللہ کی قسم میری تمنا تھی کہ کافروں سے جہاد کرتا مگر اب جگر گوشہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملکران لوگوں سے جہاد کرنا مشرکین سے جہاد سے بھی افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ اجر کا باعث ہے، اس نے اپنی بیوی کو اپنا ارادہ بتایا تو وہ

کہنے لگی: اللہ تعالیٰ اچھے کاموں میں تمہاری رہنمائی فرمائے ضرور جاؤ اور مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون﴾ (الشعراء)

''اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ ان کو کیسی جگہ لوٹ کر جانا ہے۔''

جب ہماری روح جسموں سے جدا ہوگی تو پتہ چلے گا کہ کون جہنم کا حقدار ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ایمان بالآخرت کی ایک جھلک:

چنانچہ انہوں نے میدان جنگ میں خوب جوہر دکھائے، داد شجاعت دی، ان کی بیوی بھی میدان کارزار میں کودنے لگی تھی مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں منع فرما دیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا حملہ انتہائی سخت تھا، وہ موت ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے اور تلواریں ہی ان کے بچاؤ کا ذریعہ تھیں۔ چنانچہ فتح انہیں کے ساتھ تھی۔ کسی امیر نے کہا کہ عمر بن سعد لڑنا نہیں چاہتا، عمرو بن حجاج حملہ کرتے ہوئے کہنے لگا: جس نے دین کو چھوڑ دیا اور جماعت سے خارج ہو گیا اسے قتل کر دو!

ذالکم وصّٰکم به لعلکم تتقون. (الانعام)

''اس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔''

آخری لمحات میں بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت غالب اور اللہ کے ہاں شہید مسلم بن عوسجہ کے فرمان ''اوصیک بھٰذا'' کی قیمت ُاس حملے میں مسلم بن عوسجہ کام آگئے:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سب سے پہلے شہید ہونے والے یہی تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور دعا کی، ابھی ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی، حبیب بن مظہر نے کہا:

جنت کی بشارت ہو! انہوں نے خفیف سی آواز سے کہا: اللہ تمہیں بھی خیر کی بشارت دے، اس کے بعد حبیب نے کہا: اگر مجھے آپ کے بعد آپ سے آملنے کا یقین نہ ہوتا تو میں آپ کی ہر وصیت کو پوری کرنے کو تیار تھا، مسلم بن عوسجہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: میں تو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان پر جان دے دینا۔ (البدایہ والنہایہ)

شمر کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر حملے کے ارادے سے بڑھنا اور اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کا بہادری اور دلیری سے بھرپور دفاع کرنا:

کہتے ہیں کہ اس کے بعد شمر میسرہ کو لیکر حملہ آور ہوا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے عظیم الشان بھرپور دفاع کیا اور بے دریغ لڑے، انہوں نے جب اپنی پسپائی دیکھی تو عمر بن سعد کے پاس پیغام بھیج کر پیادہ تیراندازوں کا دستہ منگوایا، عمر نے ۵۰۰ کا دستہ بھیج دیا، انہوں نے آتے ہی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے گھوڑوں پر تیز اندازی شروع کردی جس کی وجہ سے تمام گھوڑے زخمی ہوگئے، اب سب پیادہ تھے کوئی سوار نہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

شقی انسان کا عمل اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بددعا: "اللہ تجھے آگ میں جلائے"

شمر بن ذی الجوشن، اللہ اسے رسوا کرے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے تک جا پہنچا اور خیمے میں نیزہ مار کر کہنے لگا: آگ لاؤ میں خیمے اور خیمے والوں سب کو جلا دوں، اس پر خواتین روتی ہوئی باہر نکل پڑیں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھے آگ میں جلائے، شبیب بن ربعی شمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اتنا بڑا عہدہ سنبھالتے ہوئے ایسا قبیح قول وعمل آج تک نہیں دیکھا، خواتین کو خوفزدہ اور مرعوب کرنا چاہتے ہو، اس پر وہ شرمندہ ہو کر لوٹا، حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے شمر کو کہا: سبحان اللہ!! یہ آپ کے لئے ہرگز مناسب نہیں، کیا اپنے آپ پر دو بدنما داغ لگانا چاہتے ہو!

ایک تو اللہ کے عذاب (آگ) کے ساتھ سزا دینا اور دوسرے خواتین و بچوں کو قتل کرنا۔ مردوں کے قتل پر ہی امیر تجھ سے خوش ہو جائے گا۔ حمید کہتے ہیں کہ وہ مجھے کہنے لگا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں! کہتے ہیں مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میں نے بتا دیا کہ میں فلاں ہوں تو امیر کے ہاں میری چغلی کرے گا۔ (البدایہ والنہایہ)

اِنَّ الصَّلٰوۃ کانت علی المومنین کتابًا مَّوقوتًا. (النساء: ۱۰۳)

''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اوقاتِ نماز میں جنگ موقوف کرنا اور حبیب بن مطہر کی بہادری

زہیر بن قیس نے چند ساتھیوں کو لیکر شمر پر حملہ کر کے اسے پسپا کیا، شمر کے ساتھیوں میں سے ابو عزہ ضبابی کو قتل کیا، اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ میں ایک بہادر تھا جس نے ابن زیاد کے لشکر میں تہلکہ مچا رکھا تھا، اس نے بیشمار لوگوں کو ٹھکانے لگایا۔ ظہر کا وقت شروع ہوا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سے کہو کہ نماز ادا کرنے تک جنگ بند رکھیں۔ ایک کوفی نے کہا: آپ کی یہ پیشکش نامنظور ہے، اس پر حبیب بن مطہر نے کہا: تیرا ناس ہو! تمہاری باتیں منظور ہوں اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نامنظور یہ کہہ کر اس پر انہوں نے زوردار حملہ کیا، بنو عقفان کے بدیل بن صریم نامی شخص کو ٹھکانے لگایا اور یہ اشعار پڑھے:

انا حبیب و ابی مطھر فارسُ ھیجا و حرب مسعر
انتمُ اوفرُ عدۃ و اکثر ونحنُ اوفی منکم واصبر
ونحنُ اعلی حجۃ و اظھر حقًا و ابقی منکم و اطھر

''میں حبیب ہوں اور مطہر میرا والد ہے، کاروائی اور بھڑکتی جنگ کا شہسوار ہوں تم اسباب و تعداد میں ہم سے زیادہ ضرور ہو، مگر ہم لوگ ثابت قدم، جمنے والے، پورا پورا بدلہ لینے والے ہیں، یقیناً ہماری حجت بلند اور غالب ہے، تم سے زیادہ پاکباز اور ساتھ دینے والے ہیں۔'' (البدایہ والنہایہ)

﴿يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون﴾ (توبہ: ۱۱۱)

''وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں''

گھمسان کا رن پڑنا اور اصحاب حسین ؓ میں سے ایک ایک فرد کا جام شہادت نوش کرنا بلکہ اس زمانے کی بہترین جماعت کا ختم ہو جانا:

پھر بنو تمیم کا ایک شخص حبیب پر حملہ آور ہوا اس نے نیزہ مارا جو نشانے پر لگا، وہ کھڑے ہونے لگے تو فوراً ہی حسین بن تمیم نے سر پر تلوار کا وار کیا وہ بھی نشانے پر لگا، تمیمی نے آگے بڑھ کر سر قلم کیا اور ابن زیاد کے پاس لے گیا، حبیب کے بیٹے نے اپنے والد کا سر پہچان لیا اور اٹھانے والے کو کہا کہ یہ میرے حوالے کر دتا کہ اسے دفن کر دوں۔ یہ کہہ کر رونے لگے، یہ ابھی بچے ہی تھے، جب جوان ہوئے تو انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کرنا اپنا فریضہ سمجھا، چنانچہ مصعب بن زبیر کے زمانے میں یہ بھی لشکر میں شامل ہو گیا، ایک روز دیکھا کہ باپ کا قاتل اپنے خیمے میں سو رہا ہے، یہ گئے اور تلوار کا بھرپور وار کر کے ٹھنڈا کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج۸،ص۲۰۰)

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن قیس نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ جب حبیب قتل ہوئے تو اس سے حضرت حسین ؓ کو سخت صدمہ ہوا اور فرمایا مجھے اجر کی امید ہے اور حُر رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا حضرت حسین ؓ سے مخاطب ہوا، کہتا ہے۔

آليتُ لا تقتلُ حتّى اقتلا — ولن اُصابَ اليومَ اِلامُقبلا

اضربهم بالسيفِ ضربًا مقصلا — لا ناكلا عنهم ولا مهملا

''میں نے قسم کھائی ہے میرے زندہ ہوتے ہوئے آپ ؓ شہید نہیں ہو سکتے، آج میں سینہ سپر ہو کر لڑوں گا اور تلوار کی بھرپور ضرب لگاؤں گا، جو ان پر شدت کے ساتھ لگ کر رہے گی۔''

اس کے بعد اس نے اور زہیر بن قین نے خوب شجاعت کے جوہر دکھائے، ایک حملہ آور ہوتا

تو اس کے ساتھ دوسرا بھی حملہ کر دیتا، کچھ دیر اسی طرح ہوتا رہا، اس کے بعد کئی افراد نے مل کر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا، ابو ثمامہ صائری نے ان کے چچازاد بھائی کو قتل کر دیا، ان دونوں میں آپس میں عداوت تھی، اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز ظہر صلوٰۃ الخوف پڑھائی، نماز کے بعد گھمسان کا رن پڑا اصحاب حسین کے جرنیلوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا خوب دفاع کیا، زہیر نے بھی داد شجاعت دی ابن زیاد کے لشکریوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے زخمی ہو کر گر پڑے، اور زبان پر یہ شعر تھا:

انا زهيرُ وانا ابنُ القين

اذود كم بالسيف من الحسينؓ

''میں قین کا بیٹا زہیر ہوں اور تلوار کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مدافعت کر رہا ہوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔''

اقدم هديتَ هاديا مهديا   فاليومَ تلقى جدك النبيا

وحسنا والمرتضىٰ عليا   و ذا الجناحين الفتى الكميا

واسد اللّٰه الشهيد الحيا

''آگے بڑھیے! آپ ہادی بھی ہیں ہدایت یافتہ بھی دونوں حالتوں میں آپ کی رہنمائی کی گئی ہے آج اپنے نانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملیں گے، حسن وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دو پروں والے جوان بہادر سے ملیں گے اور اللہ کے شیر (عباس) شہید سے ملیں گے جو زندہ ہے۔''

اتنے میں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ایک نافع بن ہلال جملی تھے، وہ تیروں کے پھل پر لکھ کر انہیں زہر آلود کر کے چلا رہے تھے، اور کہتے تھے:

ارمى بها معلما افواقها   والنفس لاينفعها شفاقها

انا الجملی انا علی دین علی

"میں ان تیروں کے پھلوں کو نشان زدہ کر کے چلا رہا ہوں، نفس کی بدبختی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی، میں جملی ہوں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں۔"

ابن زیاد کے مجروحین کے علاوہ بارہ کو قتل کیا، اور پھر لڑتے لڑتے ان کے بازو ختم ہو گئے تو دشمن کے لشکر نے انہیں قید کیا اور عمر بن سعد کے پاس لے گئے۔

وہ کہنے لگے: تیرا ناس ہو! نافع تو نے کس بنا پر اپنا یہ حال کیا ہے؟ سارے جسم سے خون بہہ رہا تھا، کہنے لگے: میرے ارادے سے میرا پروردگار خوب واقف ہے اس کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہارے لشکر کے بارہ افراد قتل کئے ہیں اور زخم خوردہ اس کے علاوہ ہیں، مجھے اس پر کوئی ندامت نہیں، اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم میرے قریب بھی نہیں بھٹک سکتے تھے قید کرنا تو بہت دور کی بات ہے، شمر نے عمر کو کہا: اسے قتل کر دو! عمر نے کہا: تم اسے قید کر کے لائے تھے، چاہو تو قتل کر دو! شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا: شمر! اللہ کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھ پر یہ بات نہایت گراں گزرتی کہ تو ہمارے خون سے لتھڑ کر اللہ کے حضور جائے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنی مخلوق کے بدترین لوگوں کے ہاتھوں ہمیں شہادت مرحمت فرمائی، اس کے بعد شمر نے اسے قتل کر دیا، شمر نے پھر سے اصحاب حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا، اور لوگ بھی اس کیساتھ حملے میں شریک ہو گئے، قریب تھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائیں، اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حملہ آور اتنے زیادہ ہیں کہ ہم دفاع نہیں کر سکتے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کرنے لگے: چنانچہ عزرہ غفاری کے دولڑکے عبداللہ اور عبدالرحمن نے آگے بڑھ کر کہا: آپ رضی اللہ عنہ پر سلامتی ہو! میں عبداللہ ہوں، دشمن نے ہمیں آپ کی طرف دھکیل دیا، ہم آپ کا دفاع کرتے ہوئے جان دینا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: مرحبا، خوش آمدید، میرے قریب آجاؤ! وہ قریب ہو کر لڑنے لگے اور یہ اشعار کہہ رہے تھے:

قد علمت حقًا بنو غفار و خندف بعد بنی نزار

لنضربن معشر الفجار   بكل عضب قاطع بتار
یا قوم ذو دوا عن بنی الاخیار   بالمشرفی والقنا الخطار

''بلاشبہ بنوغفار، بنوخندف اور بنونزار کو یقین ہو چلا کہ ہم فاسقوں اور فاجروں کے لشکر کو ہر تیز قاطع تلوار کے ساتھ ماریں گے، اے میری قوم سب سے اعلیٰ وافضل لوگوں کی اولاد کا دفاع کرو، ہاتھ میں مشرفی تلوار لے لو اور نیزے سنبھال لو۔''

اسی طرح آپ کے دو دو ایک ایک ساتھی آتے رہے، آپ علیہ السلام انہیں دعا دیتے اور فرماتے: اللہ تمہیں متقین والا بدلہ مرحمت فرمائے، اسطرح آتے اور آپ کو سلام کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہو جاتے۔

عابس بن ابی شبیب آئے اور کہنے لگے: ابوعبداللہ! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی قریبی یا بعیدی میرے نزدیک آپ سے زیادہ قابل عزت نہیں اگر میں اپنی جان اور خون سے زیادہ عزیز کسی چیز کے ذریعے آپ سے یہ ظلم اور قتل وغارت ختم کر سکتا تو ضرور کر گذرتا، السلام علیک! ابو عبداللہ! گواہ رہنا میں آپ کے نقش قدم پر ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار لیکر آگے بڑھے، پیشانی پر پہلے سے زخم تھا، انتہائی بہادر تھے، میدان میں نکل کر دعوت مبارزت دی: ہے کوئی جو میرے مقابلے میں آئے؟ لوگوں نے پہچان لیا، کسی میں نکلنے کی ہمت نہ ہوئی، تو عمر بن سعد نے کہا: اس کو پتھر مارو! ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی، یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اپنی زرہ اور خود اتار پھینکی اور زور دار حملہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ انہوں نے ۲۰۰ دو سو سے زیادہ آدمیوں کو کاٹ ڈالا۔ پھر ہر طرف سے لوگ ان پر جھپٹ پڑے اور انہیں شہید کر دیا، ان کا سر کئی افراد کے ہاتھ میں دیکھا گیا، ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ میں نے قتل کیا ہے، عمر بن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا: جھگڑو مت اسے ایک فرد نے قتل نہیں کیا، اصحاب حسین اسی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے ایک ایک کر کے سب شہید ہو گئے، اب صرف سوید بن عمرو بن ابو مطاع خثعمی رہ گئے تھے:

﴿والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم وما التنهم من عملهم من شیء﴾ (الطور: ۲۱)

''اور جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں انکا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیں گے، اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے''۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی حرمتوں کے چاک کرنے پر کتنے جری ہیں، بیٹا اللہ اس قوم کو قتل کرے جس نے تیرا خون کیا ہے

اصحاب حسین رضی اللہ عنہ میں بنوابی طالب میں سے سب سے پہلے شہید علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ تھے، ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابوعروہ بن مسعود ثقفی ہیں، مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی نے نیزہ مار کرانہیں اس لئے شہید کردیا کہ یہ اپنے والد رضی اللہ عنہ کا دفاع کررہے تھے، اور وہ انہیں (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنا چاہتے تھے، علی بن حسین رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت یہ اشعار کہہ رہے تھے:

انا علی بن الحسین بن علی — نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی — کیف ترون الیوم ستری عن ابی

''میں علی بن حسین بن علی ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی قریب ہیں، اللہ کی قسم ولدالزنا ہم پر حکومت نہیں کرسکتا، دیکھو! آج کس طرح میں اپنے والد کا دفاع کررہا ہوں''۔

مرہ نے ان کو نیزہ مارا تو لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر کر تلواروں سے ان کے ٹکڑے کر دیئے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے! اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جس نے تیرا خون کیا۔ یہ لوگ اللہ اور اس کی حرمتوں کے چاک کرنے پر کتنے جری ہیں، تیرے بعد دنیا برباد ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ: سورج کی طرح روشن چہرے والی ایک لڑکی خیمے سے نکلی اور ہائے بھائی! ہائے بھتیجے کہتی ہوئی اس شہید سے لپٹ گئی، یہ زینب بنت علی من فاطمہ تھیں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انکا ہاتھ پکڑ کر خیمے

میں لے گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی نعش کو خیمے کے قریب رکھ دیا جائے، پھر عبداللہ مسلم بن عقیل، پھر عون اور محمد، عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے، پھر عبدالرحمٰن اور جعفر، عقیل کے صاحبزادے پھر قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ)

ابن الاعثم کہتے ہیں کہ: اولادِ حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائیوں میں سے سب سے پہلے عبداللہ بن مسلم بن عقیل، پھر جعفر بن عقیل پھر ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن عقیل پھر محمد بن عبداللہ بن جعفر، پھر عون بن عبداللہ بن جعفر پھر عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب یکے بعد دیگرے نکلے۔ (جمہرۃ انساب العرب: ص ۴۳)

پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے علاتی بھائی جنکی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ربعی تمیمیہ ہیں، آگے بڑھے، پھر دوسرے بھائی عمر بن علی جن کی والدہ صہبا بنت ربیعہ بن بجیر تغلبیہ ہیں، پھر عثمان بن علی پھر جعفر بن ابی طالب پھر عباس بن علی پھر علی بن حسین نکلے۔ (الفتوح، ج ۵ ص ۲۰۲)

﴿وقذف فی قلوبهم الرعب﴾ (حشر: ۲) اوران کے دلوں میں رعب ڈال دیا

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تنہا میدانِ جہاد میں اور ان پر ایک بد بخت کی جرأت:

کہتے ہیں کہ اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سارا دن اکیلے میدان جہاد میں تھے، جو قریب آتا واپس ہو جاتا، ہر ایک ان کے قتل سے جی چراتا، اتنے میں بنو بداء کا مالک بن بشیر نامی بد بخت شخص آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار ماری، سر سے خون بہنے لگا، اس وقت آپ ٹوپی پہنے ہوئے تھے، تلوار لگنے سے وہ خون آلود ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ ٹوپی اتار دی اور عمامہ باندھ لیا، اور اس بد بخت کو بد دعا دی: تو اس ہاتھ کے ساتھ نہ کھا سکے نہ پی سکے اور اللہ ظالموں کیساتھ تیرا حشر کرے۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ ص ۲۰۲)

﴿ویقطعون مآ امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک

لهم اللعنة ولهم سوء الدار﴾ (الرعد: ۲۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ظلم وطغیان کے بدترین لمحات میں، اور آپ کے جگر گوشوں کا یکے بعد دیگرے شہید ہونا:

ابومخنف فرماتے ہیں کہ مجھے سلیمان بن ابوراشد نے حمید سے روایت کر کے بتایا وہ فرماتے ہیں کہ چاند سے مکھڑے والا ایک بچہ ازار وقمیص زیب تن کئے، تلوار ہاتھ میں لئے، جوتے پہنے ہوئے نکلا، ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بایاں جوتا تھا، عمر بن سعد بن نفیل ازدی کہنے لگا: اللہ کی قسم میں اسپر حملہ کر کے رہوں گا، میں نے اسے کہا: سبحان اللہ تو اس بچے کو قتل کر کے کیا کرے گا، جنکو تم نے گھیر رکھا ہے ان کا قتل تمہارے لئے کافی نہیں؟ وہ کہنے لگا میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، چنانچہ اس پر حملہ کیا اور بچہ چیخا، چچا جان! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر پر غضبناک شیر کی طرح حملہ کیا اور بازو پر ایک وار کر کے اسے کندھے سے جدا کر دیا اس نے چیخ ماری اور ایک طرف ہٹ گیا، اہل کوفہ عمر کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بچانے دوڑے اور اسکے گرد گھوم گئے، غبار چھٹا تو دیکھا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بچے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ بچہ زمین پر پاؤں رگڑ رہا ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں، جس قوم نے تجھے قتل کیا وہ ہلاک ہو جائے، قیامت کے روز تیرے متعلق تیرے نانا کے مقابل ان میں سے کون آسکے گا، اس کے بعد فرمایا: تیرے چچا کے لئے ناگزیر تھا کہ تو اسے پکارے اور وہ تیری مدد کو نہ دوڑے، یہ ایسی آواز تھی جس کے مٹانے والے زیادہ اور مددگار کم ہیں، اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے سینے پر اٹھایا، ان کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے اور لا کر اپنے بیٹے علی اکبر ودیگر اہل بیت شہداء کے

ساتھ لٹا دیا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے لڑکے کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ص ۲۰۲)

کھلا امتحان اور ذریتِ حسین رضی اللہ عنہ پر عظیم جرأت:

ہانی بن ثبیت حضرمی کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوقت میں ان دس آدمیوں میں سے تھا جو وہاں موجود تھے، سب کے سب سوار تھے، اچانک ایک بچہ خیمے کی لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے باہر آیا، ازار و قمیص پہنے ہوئے تھا، گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا، کانوں میں دو خوبصورت موتی تھے جو ادھر ادھر دیکھتے وقت ہل رہے تھے، ایک شخص گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا، بچے کے قریب ہو کر اسے اٹھایا اور تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے، ہشام سکونی فرماتے ہیں کہ ہانی بن ثبیت نے خود بچے کو قتل کیا تھا مگر اس خوف سے کہ لوگ لعن طعن کریں گے اس انداز سے بیان کیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ص ۲۰۲)

سب سے زیادہ آزمائش انبیاءؑ کی ہوتی ہے پھر انکے قریب لوگوں کی پھر ان کے قریبیوں کی، اے اللہ اگر تو نے مدد کو روک لیا ہے تو ہماری اس قربانی کو خیر کا سبب بنا دے:

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھکن سے چور ہو کر خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے، اتنے میں عبداللہ نامی ایک چھوٹا بچہ آپ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ عنہ اسے گود میں بٹھا کر پیار کرنے اور بوسہ لینے لگے، اہل بیت کو وصیت کرنے اور الوداع کرنے لگے، اچانک بنو اسد کے ایک ابن موقد النار نامی بد بخت نے تیر مارا، بچہ فوراً شہید ہو گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے خون ہاتھوں میں لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا: یا اللہ اگر آپ نے ہم سے مدد کو روک لیا ہے تو ہماری اس قربانی کو خیر کا سبب بنا اور ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ص ۲۰۳)

﴿اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم﴾ (انفال: ۹)

"جب تم نے اپنے رب کو پکارا تو اس نے تمہیں جواب دیا۔"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا اللہ کی راہ میں زخمی ہونا اور سخت آلام و مصائب برداشت کرنا، آپ کی فصیح و بلیغ دعا اور کھلی کرامت:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس بڑھی تو فرات کی طرف پانی پینے کے لئے جانا چاہا مگر دشمنوں نے نہ جانے دیا، ایک گھونٹ پانی مل سکا، پینے لگے تو حصین بن نمیر نامی بدبخت نے تیر مارا جو آپ کے حلق میں پیوست ہو گیا، اور خون کا فوارہ ابل پڑا، آپ رضی اللہ عنہ نے خون اپنے ہاتھوں میں لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور یہ دعا کی۔ "اے اللہ ان سب کو گھیر لے، ایک ایک کر کے قتل کر اور کسی کو بھی زمین پر زندہ مت چھوڑ"

دیکھتے ہی دیکھتے اللہ نے تیر مارنے والے پر پیاس مسلط کر دی اسے ٹھنڈا پانی پلایا جاتا مگر پیاس نہ بجھتی، دودھ اور پانی ملا کر پلایا گیا مگر کارگر نہ ہوا، بری طرح چیختا اور کہتا: تمہارا ناس ہو! پیاس نے مار ڈالا! مجھے پانی پلاؤ، چنانچہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھول گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کی عملی تعبیر:

میں دیکھتا ہوں کہ ایک چتکبرا کتا میرے اہلبیت کے خون سے اپنا منہ رنگین کئے ہوئے ہے

حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی آل کو زمانے بھر کے شیطان اپنے دور کے ابوجہل شمر بن ذی الجوشن کا ستانا

اس کے بعد شمر دس کو فیوں کو لیکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے کی طرف چلا جس میں خواتین اور

ضروری سامان تھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا اور کہا: تمہارا برا ہو! اگر تم لوگ دین سے دستبردار ہو چکے اور تمہیں روز قیامت کا کوئی خوف دامن گیر نہیں تو کم از کم دنیا میں تو شرفاء کا سا ثبوت دو! اور ہمارے خیموں اور اہل خانہ سے ان سرکش جاہلوں کو دفع کرو! شمر نے کہا: ابن فاطمہ! ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور شمر لوگوں کو آپ کے قتل پر ابھارنے لگا۔ ابوالجنوب نے شمر سے کہا: تو خود کیوں قتل نہیں کر دیتا؟ شمر نے کہا: تو مجھے یہ بات کہتا ہے؟ ابوالجنوب انتہائی نڈر تھا کہنے لگا: اللہ کی قسم یہ نیزہ تیری آنکھوں میں اتار دوں گا، یہ سن کر شمر پیچھے ہٹ گیا۔

(البدایہ والنہایہ: ج ۸ ص ۲۰۳)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے ملاقات میں چند لمحات باقی ہیں، اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثال بہادری:

شمر دوبارہ بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے قریب تشریف فرما تھے انہوں نے آپ کو گھیر لیا اب کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا، اتنے میں خیمے سے ایک چاند سا بچہ دوڑتا ہوا آیا، سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا اسے لینے کے لئے آئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا اور یہ آ کر دفاع کرنے لگے، ایک سنگدل نے شانے پر وار کر کے ہاتھ جدا کر دیا، یہ پکارے: ہائے ابا جان! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے اللہ کے ہاں اجر و ثواب کی امید ہے تو عنقریب اپنے آباء صالحین سے جا ملے گا، اس کے بعد ہر طرف سے لوگوں نے آپ پر ہلہ بول دیا، آپ دائیں بائیں تلوار چلاتے رہے، آپ جس طرف رخ فرماتے وہ لوگ اس طرح بھاگتے جیسے بکری درندے سے ڈر کر بھاگتی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کی ہمشیرہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور کہنے لگیں: کاش کہ آسمان پھٹ پڑتا، عمر بن سعد کے پاس آ کر ان سے کہنے لگیں: عمر تجھے یہ پسند ہے کہ ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ تمہارے سامنے قتل

کر دیے جائیں؟ یہ سن کر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی اور اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کے بعد کوئی قتل کے ارادے سے آگے نہ بڑھا۔

(البدایہ والنہایہ: ج ۸ص ۲۰۴)

عبداللہ بن عمار کی چشم دید گواہی سے مثال ہمت و بہادری، درس عبرت:

عبداللہ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس وقت لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ بولا تو آپ رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف حملہ کیا، اگلے ہی لمحے میدان صاف تھا۔ اللہ کی قسم! ایسا مغلوب و مقہور انسان جس کے سب آل اولاد اور انصار شہید ہو چکے ہوں، اتنا باحوصلہ اور پُرعزم نہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ ہی بعد میں دیکھ سکوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۲۰۴)

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھے عزت بخشیں گے پھر تم سے اس طرح انتقام لیں گے کہ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ مجھے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم سے روایت کر کے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حملہ کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے: میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم لوگ میرے بعد کسی ایسے انسان کو نہیں قتل کر سکتے جس کے قتل پر اللہ تعالیٰ تم سے میرے قتل سے زیادہ غضبناک ہوں، اللہ کی قسم! مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھے عزت بخشیں گے اور پھر تم سے اس طرح میرا انتقام لیں گے کہ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں آپس میں ٹکرا دیں گے کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے، پھر اسی پر بس نہیں ہوگی بلکہ دردناک عذاب بڑھا چڑھا کر دیں گے، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سارا دن کوئی قریب نہ آیا حالانکہ اگر وہ قتل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، مگر ہر ایک آپ کے خون سے بچنا چاہتا تھا، اور چاہتا تھا کہ کوئی اور ہی قتل کر دے۔ حتیٰ کہ شمر نے بلند آواز سے کہا: ان کے قتل میں کیا دیر ہے؟ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ص ۲۰۴)

﴿ازفت الأزفة ليس لها من دون الله كاشفة﴾ (النجم: ۵۷)

''وہ جلدی آنے والی قریب آ پہنچی اللہ کے علاوہ کوئی اور اس کو ہٹانے والا نہیں۔''

فیصلہ کن تلخ ترین گھڑی اور بارگاہ ایزدی میں جبینِ نیاز، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دنیا سے مفارقت اور اپنے رب سے ملاقات کی سعادت اور امت کیلئے حق پر مرمٹنے کا عظیم اسوہ اور نمونہ:

شمر نے کہا: تمہاری مائیں تمہیں روئیں اسے قتل کر دو! لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ کی بائیں ہتھیلی پر گہری ضرب آئی، زرعہ بن شریک تمیمی نے ایک وار کندھے پر کیا۔ جس کی وجہ سے آپ گرنے پڑنے لگے، سنان بن انس بن عمرو نخعی نے اسی حال میں نیزے کا بھرپور وار کیا اور خولی بن یزید اصبحی سے کہا: ان کا سر کاٹ لو! اس نے سر کاٹنا چاہا مگر اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ سنان بن انس نے کہا: اللہ تیرے بازو توڑے اور تیرے ہاتھ کاٹے، پھر اس نے خود ہی نیچے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ اور خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا۔ سر مبارک کاٹنے سے پہلے تلوار کے کئی وار بھی کیے۔

کیف ترجوا أمة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

''جس قوم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا وہ قیامت کے روز آپ رضی اللہ عنہ کے نانا کی شفاعت کیسے پا سکتی ہے؟''

آپ کی شہادت بروز جمعہ یوم عاشورا محرم ۶۱ ھ میں ہوئی ابو مخنف جعفر بن محمد روایت کرتے ہیں کہ: شہادت کے بعد آپ کے جسم مبارک پر ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ زخم تلوار کے ملے۔ (تاریخ طبری)

﴿اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون﴾ (بقرہ:۱۷۷)

''یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔''

حسینی درسگاہ کے نیک بخت شہداء:

حسینی قافلے کے ۷۲ افراد شہید ہوئے، غاضریہ کے باشندے جو قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے شہادت کے ایک روز بعد دفن کیا، محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ: حسینی قافلے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ۱۷ مرد شہید ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلبیت کے ایسے ۱۶ ر افراد شہید ہوئے کہ روئے زمین پر جن کی مثال نہیں تھی، بعض نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد بھائی اور اہلبیت کے ۲۳ افراد شہید ہوئے، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر اور عبداللہ، آپ کے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ۳ افراد شہید ہوئے۔ عبداللہ، قاسم اور ابوبکر۔ عبداللہ بن جعفر کی اولاد سے ۲ شہید ہوئے: عون اور محمد۔ عقیل کی اولاد سے جعفر، عبداللہ، عبدالرحمٰن اور مسلم شہید ہوئے۔ یہ چاروں ان کی صلب سے ہیں دو اور ہیں یعنی عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل لہٰذا اولاد عقیل سے اس طرح کل ۶ شہید ہو گئے۔

واندبی تسعة لصلب علی ۔۔۔ قد اصیبو او ستة لعقیل

وسمی النبی غودر فیهم ۔۔۔ قد علوه بصارم مصقول

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے نو اور اولاد عقیل کے چھ شہداء پر اظہار افسوس کرو، نبی کے ہم نام کو بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔ ان پر شمشیر براں چلادی گئی۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ موت وحیات دونوں حالتوں میں مظلوم ہیں، اللہ کے دشمنوں کی خواتین اہل بیت پر لوٹ مار:

راوی کہتے ہیں کہ شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا تمام سامان حتیٰ کہ جسم کے کپڑے بھی لوٹ لئے گئے، بحر بن کعب نے آپ کی شلوار لی، قیس بن اشعث نے ریشمی چادر پر قبضہ کیا، یہ اس کے بعد قیس قطیفہ کے نام سے ہی مشہور ہوا، اور عمامہ جابر بن زید ازدی نے زرہ مالک بن بشر کنوی نے لے لی، جوتے بنوادو کے ایک شخص نے لئے جسے اسود کہا جاتا تھا، تلوار بنونہشل کے ایک شخص نے لی جو بعد میں حبیب بن بدیل کے اہل کو ملی، لوگوں نے مال ومتاع پر بھی لوٹ مار کی اور خواتین کے خیموں پر ہلہ بول دیا، خواتین کے کپڑے، دوپٹے اور چادریں وغیرہ بھی چھیننے لگے۔

(تاریخ طبری)

یریدون لیطفؤا نور اللہ (صف:۸) وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں

ویابی اللہ الا ان یتم نورہ (توبہ:۳۲) اور اللہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا

وجعلنا ذریتہ' ھم الباقین (صافات:۷۷) اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا

چنگیز اکتا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کو مٹانا چاہتا ہے

شمر نے تو معصوم بچے زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کرنا چاہا یہ بیمار تھے اور ابھی بچے تھے، حمید بن مسلم نے اس کو ان کے قتل سے روکا اتنے میں عمر بن سعد آیا اور کہا: کوئی بھی خواتین کے قریب نہ جائے اور نہ اس بچے کو قتل کرے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

﴿ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم﴾ (آل عمران: ۱۸۸)

''اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سوایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور پر عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔''

عمر بن سعد ابن زیاد کا ترجمان:

کہتے ہیں کہ اس کے بعد سنان بن انس نے عمر بن سعد کے خیمے کے قریب آ کر بلند آواز سے یہ شعر کہے:

أوقر ركابی فضة وذهبًا   أنا قتلتُ الملک المحجبا

قتلتُ خیرَ النّاسِ أما وابا   وخیر هم اذا ینسبون نسبا

''میں اپنی سواری پر سونا چاندی لا دوں گا، کہ میں نے انتہائی محفوظ بادشاہ کو قتل کیا ہے میں نے اسے قتل کیا ہے۔ جس کے ماں باپ بہترین انسان تھے اور انتہائی اعلیٰ حسب ونسب والے تھے۔''

عمر بن سعد نے یہ اشعار سن کر کہا: اسے میرے پاس لاؤ! جب وہ آیا تو اسے کوڑے مارے اور کہا: تو پاگل تو نہیں؟ اگر ابن زیاد نے سن لئے تو تجھے قتل کر دے گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

''میں تیرے پاس زمانے بھر کی عزت سمیٹ لایا'' اس نے اپنی اہلیہ سے سچ کہا اگرچہ وہ انتہائی جھوٹا ہے، تاریخ انسانی میں ظلم وطغیان کی بدترین مثال:

خولی بن یزید اصبحی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لیکر قصر امارت آیا مگر وہ بند تھا تو اسے اپنے گھر لے گیا اور ایک ٹب کے نیچے رکھ دیا، اپنی بیوی نورہ بنت مالک سے کہنے لگا: میں زمانے بھر کی عزتیں سمیٹ لایا! وہ کہنے لگی: وہ کیا ہے؟ کہنے لگا! حسین رضی اللہ عنہ کا سر! وہ بولی: لوگ سونا چاندی لائے اور تو جگر گوشۂ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لایا! اللہ کی قسم آئندہ کبھی تو میرے ساتھ نہیں سو سکتا: یہ کہہ کر اسکے پاس سے اٹھی اور چلی گئی۔ اس نے اپنی دوسری بیوی کو بلایا جو قبیلہ بنو

اسد سے تھی، وہ کہتی ہے کہ: اللہ کی قسم رات بھر اس ٹب کے نیچے سے نور کی شعاعیں اٹھتی رہیں اور آسمان تک بلند ہوتی رہیں سفید پرندے جن کے گرد چکر لگاتے دکھائی دیئے۔ صبح ہوئی تو سر مبارک لیکر ابن زیاد کے دربار پہنچا، مشہور یہ ہے کہ اس کے پاس باقی اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے بھی سر تھے جن کی مجموعی تعداد ۷۲ تھی۔ کیونکہ وہ جس کو بھی شہید کرتے اس کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیتے۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿لا یرقبون فی مومنٍ اِلًّا وَّلا ذِمَّۃً واولئک ھم المعتدون﴾ (توبہ: ۱۰)

"یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں نہ قول قرار کا اور یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

کمینے لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ہی سکھ پا سکے، ان کے نفاق وکینے کی جھلک:

امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حسین نے خبر دی انہیں جریر نے، وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ انس سے وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کو پیش کیا گیا۔ اس نے سر مبارک پر چھڑی رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کے بارے میں کچھ کہا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ جو مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی وسم سے رنگی ہوئی تھی۔

(البدایہ والنہایہ)

ابو مخنف سلیمان بن ابو راشد سے نقل کرتے ہیں وہ حمید بن مسلم سے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن سعد نے اپنے اہل خانہ کو فتح وعافیت کی بشارت پہنچانے کے لئے بلایا: میں کوفہ آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد لوگوں کے لئے دربار لگائے بیٹھا ہے، میں بھی وہاں چلا گیا، دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا

سر مبارک اس کے سامنے ہے اور ایک چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں کو چھو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھڑی ہٹا لے! اللہ کی قسم میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا: اللہ کی قسم! تو بوڑھا ہو چکا اور عقل جاتی رہی ورنہ میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چلے گئے۔

(البدایہ والنہایہ)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں تمام عرب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد غلام بن چکے:

ان کے نکلنے کے بعد لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم ابن ارقم نے ایسی بات کہی کہ اگر ابن زیاد سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو لوگ کہنے لگے۔ ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ملک عبد عبید

فاتخذھم تلید!

''ایک انسان انسانوں کا خدا بن بیٹھا اور انہیں یرغمال بنا لیا۔''

جماعتِ عرب کان کھول کر سن لو، آج کے بعد تم لوگ غلام ہو، تم نے ابن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر کے ابن مرجانہ کو حاکم بنایا ہے، وہ تمہارے اشراف کو قتل کرے گا، بدترین لوگوں کو پروان چڑھائے گا۔ ذلت کی زندگی پر خوش ہونے والے پر ہلاکت ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

کوفہ روانگی

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بھائی اور دیگر شہداء پر گریہ وزاری کرنا:

خواتین اہلبیت کے لئے، عمر بن سعد نے نگران مقرر کئے، انہوں نے خواتین کو اونٹوں پر ہودج میں سوار کیا اور کوفہ کی طرف لے چلے، جب مقتولین وشہداء پر ان کا گزر ہوا اور شہداء کو اس

طرح پڑا دیکھا تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا برداشت نہ کر سکیں، صبر کے بندھن ٹوٹ گئے، روتے ہوئے کہنے لگیں:

یا محمداہ، یا محمداہ، صلی علیک اللّٰہ، وملکُ السماہ، ھذا حسین بالعراہ، مزمل بالدماہ، مقطع الاعضاء یا محمداہ، وبناتک سبایا، ذریتک مقتلۃ، تسفی علیھا الصبا.

"ہائے نانا جان' محمد ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجیں! یہاں یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے گور و کفن خون میں لت پت پڑے ہیں، اعضاء کٹے پڑے ہیں، ہائے نانا جان محمد ﷺ! آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں اولاد ساری شہید ہو چکی، ہوا کے جھونکے ان پر گرد و غبار اور مٹی اڑا رہے ہیں۔"

یہ سن کر دوست دشمن سب کے سب رونے لگے۔ (البدایہ والنہایہ)

اے پاکیزہ نفس کے قاتل کہاں جاتے ہو؟ خبیث تو کبھی جنت نہ دیکھ سکے گا!

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمیں فضل بن دکین اور مالک بن اسماعیل نے بتایا انہیں عبدالملک بن کردوس نے خبر دی وہ عبداللہ بن زیاد کے ایک پہرے دار سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا میں ابن زیاد کے ساتھ قصر امارت میں تھا، اچانک اس کے چہرے پر آگ بھڑکی (یا اس جیسا کوئی اور جملہ کہا) تو اس نے جلدی سے آستین کے ذریعے اپنے چہرے کو چھپا لیا اور مجھے کہا کہ یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

اور شریک مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ، اس کی والدہ مرجانہ نے اپنے بیٹے ابن زیاد کو کہا: خبیث تو نے جگر گوشہ بنت رسول ﷺ کو شہید کر دیا، یاد رکھنا! تجھے کبھی جنت دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

فاسق و فاجر انسان ہی رسوا ہوتا ہے اور جھوٹ بولا کرتا ہے،

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شجاعت، فصاحت و بلاغت اور قوتِ دلیل:

کوفہ پہنچے تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کپڑے میلے ہو چکے تھے، باندیاں ساتھ تھیں، ابن زیاد کے دربار میں پہنچیں تو اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ سیدہ زینب خاموش رہیں، ایک باندی نے بتایا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں قتل و رسوا کیا اور تمہاری آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ سیدہ زینب نے فرمایا: بلکہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے عزت بخشی اور ہمیں خوب پاک صاف بنایا۔ ایسا نہیں جیسا کہ تو بکواس کر رہا ہے! رسوا تو فاسق و فاجر ہوا کرتا ہے اور وہی جھوٹا ہوتا ہے! وہ کہنے لگا: دیکھا اللہ نے تمہارے خاندان کا کیا حشر کیا؟ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں اللہ نے انہیں شہادت جیسی عظیم نعمت مرحمت فرما کر اعلیٰ مقامات تک پہنچا دیا، کل قیامت میں تو ان کے روبرو آئے گا تو وہ تیرے خلاف اللہ کے حضور دعویٰ کریں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا، تو عمرو بن حریث نے کہا: اللہ امیر کے حال کی اصلاح فرمائے، یہ تو عورت ذات ہے، کیا کسی عورت کا بھی اس کی کسی بات پر مواخذہ کیا جاتا ہے؟ اس قول و فعل سے تو درگزر کیا جاتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

وجعلنا ذریّتہٗ هم الباقین. (الصافات:۷۷) ”اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا“

تم لوگ میرے انتہائی برے جانشین ہو! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے رب سے جا ملے مگر اپنے بعد ایسے بیباک بہادر چھوڑ گئے، جنہوں نے ابن زیاد کو خاموش کر دیا اور مستقبل میں ان کی شجاعت کا ڈنکا بجا:

ابو مخنف فرماتے ہیں کہ سلیمان بن راشد فرماتے ہیں کہ مجھے حمید بن مسلم نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد پر پیش کیا گیا میں وہاں موجود تھا، ابن زیاد نے پوچھا: تیرا کیا نام ہے؟ وہ بولے: میں علی بن حسین ہوں! اس نے کہا: کیا اللہ نے علی

بن حسین کو قتل نہیں کر دیا؟ اس پر یہ خاموش رہے، ابن زیاد نے کہا: بولتے نہیں؟ یہ کہنے لگے: میرے ایک بھائی کا نام بھی علی ہے جسے لوگوں نے شہید کر دیا۔ وہ بولا اسے اللہ نے قتل کیا ہے۔ یہ خاموش ہو گئے، وہ کہنے لگا بولتے نہیں؟ انہوں نے کہا اللّٰہ یتو فی الانفس حین موتھا، یعنی اللہ ہی جانوں کو ان کے وقت پر قبض کرتا ہے۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللّٰہ، کوئی نفس اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا، وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم تو بھی انہی (مرنے والوں) میں سے ہے۔ تیرا ناس ہو!! دیکھو اسے یہ بالغ ہو چکا یا نہیں؟ مری بن معاذ احمری نے کپڑا اٹھا کر دیکھا اور کہا: جی ہاں بالغ ہو چکا۔ ابن زیاد بولا: اسے بھی قتل کر دو! علی بن حسین رضی اللہ عنہ بولے: ان خواتین کو کس کے حوالے کرو گے؟ ان کی پھوپھی زینب ان سے لپٹ گئیں اور بولیں: ابن زیاد ہمارے گھرانے کے اتنے افراد کا خون کر کے بھی تو سیراب نہیں ہوا؟ تو نے کسی کو زندہ بھی چھوڑا ہے؟ بولیں اگر تو مسلمان ہے تو پھر تجھے اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ پہلے مجھے قتل کرنا پھر اسے۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن زیاد اگر تجھے قرابت داری کا کچھ پاس ہے تو کسی متقی انسان کو ان کے ساتھ بھیجنا جو دوران سفر احکام اسلام کو پیش نظر رکھے، ابن زیاد کچھ دیر ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا: رشتہ داری بھی عجیب چیز ہے!! واللہ! اس خاتون کی چاہت یہ ہے کہ اگر میں اسے (علی بن حسین) کو قتل کروں تو پہلے اسے قتل کروں، اسے چھوڑ دو، جاؤ اپنی خواتین کے ساتھ۔ اس کے بعد ابن زیاد نے ان کو یزید کے پاس شام بھیج دیا، علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی گردن میں زنجیر ڈال دی، اور محفز بن ثعلبہ عائذی قریشی اور شمر بن ذی الجوش (اللہ اسے رسوا کرے) کو ساتھ روانہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ)

ابن زیاد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تائید میں اٹھنے والی ہر آواز کو ختم کرنا چاہتا ہے، شہداء کے سروں کو ملک شام بھیجنا:

ابن زیاد نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں اپنی فتح و نصرت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل و ہزیمت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ ہمارا ملک چھیننے اور ہمارے درمیان

تفریق پیدا کرنے آیا تھا۔ اتنے میں عبداللہ بن عفیف ازدی کھڑے ہو کر کہنے لگے: ابن زیاد تیرا ناس ہو! نبیوں کی اولاد کو قتل کر کے صدیقین جیسی باتیں بناتے ہو؟ ابن زیاد نے اسے قتل کروا کر سولی پر چڑھوا دیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزے پر رکھ کر کوفہ کی گلی کوچوں میں چکر لگایا جائے، پھر ان کا سر اور دوسرے تمام سروں کو زخر بن قیس کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس ملک شام بھیج دیا۔ بہادروں کی ایک جماعت ان کے ساتھ کر دی جن میں ابوبردہ بن عوف ازدی، طارق بن ابوظبیان ازدی وغیرہ تھے، انہوں نے تمام سروں کو بحفاظت یزید کے پاس پہنچا دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

کمینگی، انانیت، تکبر اور حماقت:

اہل بیت خواتین اور شہداء کے سر یزید کے پاس پہنچے تو اس نے ملک شام کے روساء کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا، پھر علی بن حسین رضی اللہ عنہ، عورتوں اور بچوں سب کو بلایا اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا، تیرے والد نے میرے ساتھ قطع رحمی کی، میرے حق میں تغافل برتا اور میری حکومت چھیننا چاہی، چنانچہ اللہ نے اس کا جو حشر کیا وہ تو نے دیکھ ہی لیا! علی نے کہا:

مآ اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فیٓ انفسکم الّا فی کتاب. (الحدید: ۲۲)

یعنی: ”کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔“

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا: انہیں جواب دو! مگر اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے، یزید بولا یوں کہو:

مآ اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر. (الشوریٰ: ۳۰)

یعنی: ”تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے اور بہت سے تو در گزر ہی کر دیتے ہیں۔“

وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر خواتین اور بچوں کو بلایا، وہ انتہائی خستہ حال تھیں۔ (البدایہ والنہایہ)

واللہ، میرے والد، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین کی بدولت تجھے، تیرے باپ اور تیرے دادا کو ہدایت ملی ہے

فاطمہ بنت علی فرماتی ہیں: کہ میں بہت خوبصورت بچی تھی ایک سفید فام شامی یزید سے کہنے لگا: امیر المومنین یہ بچی میرے حوالے کردو۔ کہتی ہیں کہ: میں خوف سے کانپنے لگی اور میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑے پکڑ لیے، میں سمجھی کہ ان کے دین میں ایسا کرنا جائز ہے، میری ہمشیرہ مجھ سے بڑی بھی تھی سمجھدار بھی وہ جانتی تھیں کہ اسلام میں یہ جائز نہیں، اس شخص کو کہنے لگیں: اللہ کی قسم تو نے جھوٹ بولا اور قابل مذمت بات کہی، نہ تو لے سکتا ہے نہ یہ۔ یزید غصے ہو کر کہنے لگا: اللہ کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے، مجھے اس کا اختیار ہے، میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ وہ فرمانے لگیں: اللہ کی قسم ہرگز نہیں کر سکتا! ہاں دین اسلام کو خیر باد کہہ دے تو اور بات ہے۔ یزید آگ بگولا ہو کر بولا: مجھے تو یہ بات کہتی ہے؟ دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکلے ہیں۔ سیدہ زینب بولیں: واللہ میرے باپ، بھائی اور نانا کے دین کی بدولت تو تو، تیرا باپ اور تیرا دادا مسلمان ہوئے۔ کہنے لگا: اللہ کی دشمن غلط کہتی ہے، یہ فرمانے لگیں: تو مسلمانوں کا امیر ہے؟ ظالموں کو حکمران بناتا ہے جو تیری حمایت حاصل کر کے لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ: اللہ کی قسم اس پر وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

مدینے کی طرف...... آل حسین ؓ کا سیدنا حسین ؓ کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی فطری و جبلی سخاوت:

یزید نے انہیں الوداع کرتے ہوئے علی بن حسین ؓ کو کہا جو کوئی ضرورت پیش آئے مجھے خط لکھ دینا، جن صاحب کی نگرانی میں بھیجا وہ ان سے ذرا فاصلے پر چلتے تھے، کہ ان کی دیکھ بھال ہوتی رہے ضرورت پڑے تو فوراً حاضر ہو جائے، اسی طرح مدینہ پہنچے۔

فاطمہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زینب سے کہا: اس رہبر نے ہمارے

ساتھ نہایت خیر خواہی کا معاملہ کیا ہے، میرے خیال میں ہمیں اس کا بدلہ دینا چاہیے۔ وہ فرمانے لگیں: ہمارے پاس زیورات کے علاوہ تو کچھ نہیں ہے! فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا : زیورات ہی دے دیں! چنانچہ ہم نے اپنے اپنے پازیب اور کنگن اتار کر اس کے پاس بھیج دیئے اور کہلوا دیا کہ یہ آپ کے حسن سلوک کا بدلہ ہے۔

وہ کہنے لگا: اگر میرا یہ عمل دنیا کمانے کیلئے ہوتا تو میں ان چیزوں پر بہت خوش ہوتا مگر میں نے تو جو کچھ کیا ہے وہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی رضا اور آپ حضرات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت داری کی بنا پر کیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔

محققین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک کربلا میں ہے اور سر مبارک جنت البقیع میں (واللہ اعلم)

فرماتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو بنو ہاشم کی خواتین نے ان پر گریہ وزاری کی۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب (راس الحسین رضی اللہ عنہ) میں تحریر فرمایا ہے کہ: شہادت کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو وہیں مقام شہادت میں ہی دفن کر دیا گیا۔ ان کی نعش مبارک کا مثلہ بھی نہیں کیا گیا اور نہ ہی دفن کے بعد انہیں کہیں منتقل کیا گیا۔ آپ کے سر مبارک کو مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے علاوہ کہیں اور دفن کرنے پر اہل بیت راضی نہ ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مزار پر جو قبہ ہے اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ، علی بن الحسین، ابو جعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد بھی ہیں، یہ بھی مشہور ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر دیوار قبہ کے نیچے اور اس کے آس پاس ہے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی وہیں ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو مدینہ منورہ کے گورنر عمرو بن سعد کے پاس بھیج دیا تھا، انہوں نے اسے بقیع میں ان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب دفن کر دیا تھا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
کے متعلق
آپ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا
زوجہ عاتکہ و رباب
اور بیٹی سکینہ
و دیگر حضرات کے مرثیے

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کا مرثیہ کہتے ہوئے:

يا محمداه، يا محمداه، صلى عليك الله، وملكُ السماه، هذا حسين بالعراه، مزمل بالدماه، مقطع الاعضاء يا محمداه، وبناتك سبايا، ذريتك مقتلة، تسفى عليها الصبا.

"ہائے نانا جان' محمد ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجیں! یہاں یہ حسین رضی اللہ عنہ بے گور و کفن خون میں لت پت پڑے ہیں، اعضاء کٹے پڑے ہیں، ہائے نانا جان محمد ﷺ آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں اولاد ساری شہید ہو چکی، ہوا کے جھونکے ان پر گرد و غبار اور مٹی اڑا رہے ہیں۔"

یہ سن کر دوست دشمن سب کے سب رونے لگے۔ (البدایہ والنہایہ)

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ عاتکہ کہتی ہیں

وا حُسَيْنًا فلا نسيت حُسَيْنًا أقصدته أسنة الأعداء
غادروه بكربلاء صريعًا لاسقى الغيثُ بعده كربلاء

"ہائے حسین! میں حسین رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں بھلا سکتی جسے دشمن کے نیزوں کی انیوں نے چھلنی کر دیا اور میدان کربلاء میں شہید کر کے چھوڑ دیا، اللہ کرے آج کے بعد بارش کبھی کربلا کو سیراب نہ کرے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رباب کہتی ہیں

ان الذى كان نورا يستضاء به بكربلاء قتيل غير مدفون
سبط النبى جزاك الله صالحة عنا و جنبت خسران الوازين
قد كنت لى جبلا صعبا الوذبه و كنت تصحبنا بالرحم والدين
من لليتامى ومن للسائلين ومن يغنى ويأوى اليه كل مسكين

والله لاابتغی صهرا بصهرکم حتیٰ اغیب بین الرمل والطین

''وہ تو ایک ایسا منارۂ نور تھے جن سے روشنی حاصل کی جاتی تھی آج وہ میدان کربلا میں بے گوروکفن شہید پڑے ہیں، نبی ﷺ کے نواسے اللہ تجھے ہماری طرف سے بدلہ عطا فرمائے اور قیامت میں تول کی کمی سے محفوظ رکھے۔'' آپ رضی اللہ عنہ میرے لئے ایک مضبوط چٹان کی طرح تھے جہاں میں پناہ لیتی تھی اور انتہائی شفقت و دیانت سے پیش آتے تھے، اب یتیموں اور سائلوں کی سرپرستی کون کرے گا، اور انہیں کون عطایا دے گا اور وہ کہاں ٹھہریں گے؟ اللہ کی قسم مجھے قبر میں جانے تک تمہاری زوجیت کے بعد کسی کی زوجیت مطلوب نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی دختر سکینہ کہتی ہیں:

لا تعذلیه فهمٌ قاطع طرقه فعینه بدموع ذُرَّف غدقه
ان الحسین غداة الطف یرشقه ریب المنون فما ان یخطیٔ الحدقه
بکف شر عباد اللّٰه کلهم نسل البغایا وجیش المرّق الفسقه
یا امة السوء هاتوا ما احتجاجکم غدا وجلکم بالسیف قد صفقه
الویل حل بکم الا بمن لحقه صیر تموه لارماح العدا درقه
یا عین فاحتفلی طول الحیاة دمًا لاتبک ولدًا ولا اهلًا ولا رفقه
لکن علی ابن رسول اللّٰه فانسکبی قیحًا ودمًا وفی اثریهما العلقه

''اسے کچھ مت کہو! پریشانی نے اسے نڈھال کررکھا ہے۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہورہی ہے۔

جس صبح کو موت کے تیر حسین رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آ آکر پیوست ہورہے تھے کوئی بھی تیر اپنے نشانے سے خطا نہیں جاتا تھا۔

یہ عظیم حادثہ بدترین انسان اور ولد الزنا کے ہاتھ سے پیش آیا کہ وہ لشکر ہی فاسق و

فاجر اور دین سے دور لوگوں پر مشتمل تھا

اے بدترین جماعت! تم قتل کرنے والوں کا کل قیامت میں کیا سہارا ہوگا۔

تم پر ہلاکت نازل ہو کر رہے گی، سوائے ان لوگوں کے جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے دشمنوں کے نیزوں پر ڈھال بنے رہے۔

اے میری آنکھ پوری زندگی خون کے آنسو روتی رہ مگر اپنے بیٹے، اہل و عیال اور دوستوں پر نہیں۔

بلکہ جگر گوشۂ رسول پر رو، خون، پیپ اور گوشت کے ٹکڑے تک روتی رہ۔"

بنت عقیل بن ابی طالب سیدنا حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کا مرثیہ کہتے ہوئے:

عین ابکی بعبرۃ و عویل　　　واندبی ان ندبت آل الرسول

ستۃ کلھم لصلب علی　　　قد اصیبوا وخمسۃ لعقیل

"میری آنکھ! موٹے موٹے آنسو بہا اور واویلا کر، اگر کسی کی موت پر رونا ہے تو آل رسول کی موت پر رو، کہ چھ افراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے اور پانچ عقیل کی اولاد سے شہید ہو چکے۔"

سلیمان بن قبۃ الخزاعی کہتا ہے

مررت علی ابیات آل محمد　　　فلم ارھا امثالھا حین حلت

"میرا گزر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں پر ہوا، جب یہ آباد تھے تو ان کی نظیر نہ تھی۔"

فلا یُبعد اللہ البیوت واھلھا　　　وان اصبحت منھم برغمی تخلت

"اللہ ان مکانوں اور مکینوں کو آباد رکھے، اگرچہ آج یہ مکان مکینوں سے خالی پڑے ہیں۔"

وکـانـوا رجـاء ثـم عـادوا رزیـة　　　لقد عظمت تلک الرزایا وجلت

''جو لوگوں کے مرجع وماویٰ بنے ہوئے تھے آج وہی اندوہناک مصائب سے دوچار ہیں۔''

اولئک قـومٌ لـم یشیموا سیوفهم　　　ولم تنک فی اعدائهم حین سلت

یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی بلاوجہ تلوار نہیں سونتی بلکہ دشمن پر سونتنے کے بعد بھی خون ریزی نہیں کی۔

وان قتیـل الطف من آل هـاشم　　　اذل رقـابًـا من قـریـش فذلت

''ایک معزز ہاشمی شہید نے قریش کے کتنے ہی لوگوں کو مطیع اور فرمانبردار بنا دیا۔''

الم تر ان الارض اضحت مریضة　　　لفقـد حسین والبلاد اقشعرت

''شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر زمین مضمحل و پژمردہ ہے اور علاقوں پر کپکپی طاری ہے۔''

وقد اعولت تبکی السماء لفقده　　　وانجمها ناحت علیه وصلت

''ان کی شہادت پر تو آسمان بھی چیخ و پکار کرنے لگا اور ستاروں نے بھی نوحہ و فاتحہ خوانی کی۔''

نیز یہ بھی کہا

کـانـمـا انـت تـعـجبین الا　　　تـنـزل بـالقوم نقمة العاجل

لا یعجل اللّٰه اِن علجت وما　　　ربک عـمـا تـربـن بـالغـافـل

مـاحـصـلـت لامری سعادتـه　　　حـقـت عـلـیـه عقوبة الآجل

''انہیں دنیا میں سزا نہ ملنے پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟ تیرے جلد بازی کرنے سے اللہ تعالیٰ جلد بازی نہیں کریں گے، جو کچھ دیکھ رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ جس پر آخرت کی سزا واجب ہو چکی، وہ کبھی سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔''

منصور نمری کہتا ہے:

ویلک یا قـاتـل الحسینؓ لقد　　　بـؤت بـحـمـل ینوء بـالحامل

ای حباءِ جبوت احمد فی حفرته من حرارة الثاکل
تعال فاطلب غداً شفاعته وانهض فرد حوضه مع الناهل
ما الشک عندی بحال قابله لکننی قد اشک بالخاذل

"اے قاتل حسین! تو نے اتنا بار گراں اٹھایا ہے جو اٹھانے والے کو لڑکھڑا دیتا ہے۔ تو نے احمد ﷺ کو ان کی قبر اطہر میں رونے والے کی اندوہ وغم کے علاوہ کیا تحفہ پیش کیا ہے۔ آ، کل قیامت میں ان کی شفاعت حاصل کر اور اٹھ کھڑا ہو حوض کوثر سے جام پینے والوں میں شامل ہو جا۔ مجھے ان کے مقابلے میں نکلنے والے کا اتنا اندیشہ نہیں جتنا آپ رضی اللہ عنہ کی گستاخی اور شہید کرنے والوں کا ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی ذریت

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد سے نہایت بابرکت نسل چلائی جن کا مسلمانوں کی قیادت، اسلام کی نشر واشاعت، اصلاح نفوس وتزکیہ اور جہادی وتحریری تحریکات کی قیادت میں مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں اہم کردار رہا ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر تو آپ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے تھے، زین العابدین کثیر الاولاد ہوئے ہیں، جعفر اور عبداللہ کی اولاد تھے، زین العابدین کے ہاں دو بچے حسن وحسین پیدا ہوئے مگر بچپن ہی میں وصال کر گئے، باقی محمد باقر، عبداللہ، زید، عمر علی اور محمد اوسط سب کے سب لاولد تھے، عبدالرحمٰن، حسین صغیر اور قاسم بھی لاولد تھے۔

کتب تراجم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نسل میں اکثر وبیشتر علماء فقہا، مفسرین ادباء لغویین، زہاد، عباد، ربانیین مصلحین اور مجاہدین ہی ملیں گے۔

یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہو۔

● سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات

● آپ رضی اللہ عنہ کے قاتلین اور اُن کے معاونین کا حشر

● روز قیامت سے قبل ہی ان کی رسوائی، ذلت اور شرمندگی جس میں ارباب بصیرت کے لئے عبرت ہی عبرت ہے

حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ذہبیؒ کی زبانی

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات، اللہ پر قسم کھائے تو پوری فرمائے:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس نے شدت اختیار کی تو آپ نے پانی کے لئے فرات پر جانا چاہا مگر لوگوں نے روک دیا، ایک گھونٹ پانی ملنے پر اسے پینے لگے تو حصین بن تمیم نے تیر مارا جو حلق میں پیوست ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نکالا تو ساتھ ہی خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھوں میں خون لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا: اے اللہ ایک ایک کو پکڑ، اور چن چن کر قتل کر، کسی کو زمین پر زندہ مت چھوڑ، انتہائی فصیح الفاظ میں بددعا فرمائی۔

راوی کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیر چلانے والے پر پیاس مسلط فرما دی، اسے ٹھنڈا پانی پلایا جاتا کبھی دودھ پانی ملا کر پلایا جاتا مگر اس کی پیاس نہ بجھتی، وہ کہتا: مجھے پانی دو! واللہ پیاس نے مجھے قتل کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھول گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

پانی سے روکنے والے کی سزا:

عمر بن سعد کے لشکری اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کو پانی سے روکنے لگے، عمرو بن حجاج ان کا امیر تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کیلئے پیاس کی بددعا فرمائی چنانچہ وہ شدتِ پیاس سے ہلاک ہوگیا۔

(البدایہ والنہایہ)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ابن حوزہ:

عبداللہ بن حوزہ نامی ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آکھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''حسین! جہنم کی بشارت سن لے''۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں! میں تو مہربان

رب اور شفیع مطاع نبی کے روبرو حاضری دوں گا، جہنم کا تو زیادہ حقدار ہے۔" کہتے ہیں کہ وہاں سے واپس ہوا تو واپسی پر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ نیچے گرا اور گرتے وقت رکاب میں اس کا پاؤں پھنس گیا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام ابن حوزہ بتایا تھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے بددعا فرمائی: اے اللہ اسے جہنم میں دھکیل دے۔ ابن حوزہ غصے سے لال پیلا ہو کر رہ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر گھوڑے سمیت چڑھ دوڑنا چاہا، مگر دونوں کے درمیان دریا حائل تھا، گھوڑے نے ٹھوکر کھائی یہ زین اور باگ سے الجھ کر معلق ہو گیا گھوڑا اسی حال میں اس کو لئے پھرتا رہا حتیٰ کہ اس کا ایک پاؤں، پنڈلی اور ران سے کٹ کر گر گیا اور دوسرا حصہ رکاب میں معلق رہا، مسلم بن عوسجہ نے تلوار مار کر اس کا دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالا، گھوڑا جس پتھر کے قریب سے گزرتا وہ پتھر اس کے سر میں زور سے لگتا، اسی حال میں مر گیا۔

(البدایہ والنہایہ)

آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ:

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمیں فضل بن دکین اور مالک بن اسمٰعیل نے خبر دی وہ دونوں فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالملک بن کردوس نے ابن زیاد کے پہرے دار سے نقل کر کے بتایا وہ کہتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس وقت میں ابن زیاد کے ساتھ قصر امارت میں داخل ہوا تو اچانک اس کے چہرے پر آگ کے شعلے بھڑکنے لگے، یا ایسا ہی جملہ کہا۔ تو اس نے فوراً آستین سے اپنے چہرے کو چھپانے کی کوشش کی، اور مجھے کہا کہ یہ بات کسی سے مت کرنا: شریک بن مغیرہ کہتے ہیں کہ ابن زیاد کی والدہ مرجانہ نے اسے کہا: خبیث! تو نے جگر گوشۂ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا ہے، تو کبھی جنت نہ دیکھ سکے گا۔

تو اس کے ساتھ کھا پی نہ سکے:

مالک بن بشیر نامی بنو بداء کا ایک شخص آیا، اس نے آپ کے سر مبارک پر تلوار کی ضرب لگا کر

لہولہان کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے، تلوار ٹوپی کاٹ کر سر کے اندر جا گھسی، ٹوپی بھی خون میں رنگین ہوگئی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بددعا دیتے ہوئے فرمایا: تو اس ہاتھ کے ساتھ نہ کھا سکے نہ پی سکے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے ساتھ تیرا حشر کرے، کہتے ہیں کہ وہ شخص اسکے بعد ہاتھ پاؤں سے محتاج ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿وکذلک نولّی بعض الظالمین بعضًا بما کانوا یکسبون﴾ (انعام: ۱۲۹)

''اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے، ان کے اعمال کے سبب۔''

''اے اللہ! انہیں ایک ایک کو پکڑ، اور چن چن کر قتل کر، اور کسی کو زندہ مت چھوڑ۔'' میدانِ جہاد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دُعا کی قبولیت کا اظہار، گویا ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ قبول ہوا، تاریخِ انسانی جس پر شاہد عدل ہے:

وما من یدٍ اِلّا ید اللہ فوقہا   ولا ظالم اِلّا سیبلی بظالم

''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ہاتھ سے اونچا ہے، اور ہر ظالم پر میری طرف سے کوئی نہ کوئی ظالم مسلط ہے۔''

شمر! تیری موت کا وقت آچکا، اللہ تجھے رسوا کرے:

اشراف اور رؤساءِ کوفہ مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ چلے گئے، شمر بن ذی الجوشن نے بھی وہیں کا ارادہ کیا، مختار نے اس کی تلاش میں زرنب نامی جوان کو بھیجا، یہ جس وقت شمر کے نزدیک ہوا تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم مجھے تنہا چھوڑ کر اس طرح آگے بڑھ جاؤ کہ وہ یہ سمجھیں کہ ان کے ساتھیوں نے اس سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دیا، تا کہ یہ میرے قریب آئے،

چنانچہ اسی طرح ہوا شمر پیچھے رہ گیا، اور جب وہ جوان اس کے قریب لگا تو اس نے پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ اور اسی حال میں چھوڑ کر چلا گیا، اور بصرہ مصعب کے پاس ایک خط لکھا جس میں اپنے بصرہ آنے کی اطلاع دی، اس واقعے کے بعد جو بھی راہ فرار اختیار کرتا اس کا رخ بصرہ کی طرف ہوتا۔ شمر ایک بستی میں ٹھہرا ہوا تھا، وہاں سے ایک قاصد بھیجا اس بستی کا نام کلبانیہ تھا یہ دریا کے کنارے ذرا ٹیلوں کی طرف ہٹ کر تھی، یہ قاصد وہاں سے چلا تو اسے راستے میں ایک اور قاصد ملا اس نے اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: مصعب کے پاس جا رہا ہوں، اس نے پوچھا کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا شمر نے یہ کہنے لگے میرے آقا کے پاس چلو! اس کا آقا ابو عمرہ تھا مختار نے جس کی سرکردگی میں شمر کے تعاقب کے لئے ایک دستہ روانہ کیا تھا، اس قاصد نے جا کر ابو عمرہ کو سب کچھ بتا دیا، شمر کے ساتھیوں نے اسے جگہ تبدیل کرنے کا بھی مشورہ دیا مگر وہ کہنے لگا: کوئی ہماری طلب میں نہیں آسکتا، صرف خوفزدہ و مرعوب کرنے کیلئے یہ افواہیں پھیلائی گئی ہیں۔

میں ان بستی والوں کے دلوں میں رعب بٹھا کر تین روز بعد یہاں سے جاؤں گا۔ ابو عمرہ نے اچانک ان پر حملہ کر دیا، انہیں گھوڑوں پر سوار ہوتے اور اسلحہ اٹھانے کا بھی موقع نہ مل سکا، شمر نے نیزہ بازی شروع کی، اس کے بعد خیمے سے تلوار لایا اور شعر کہتا ہوا آگے بڑھا: ترجمہ "تم نے کچھار کے غضبناک و بہادر شیر کو چھیڑا ہے جس کا کام ہی بہادروں کو تہہ تیغ کرنا ہے، اسے کبھی دشمن کے مقابلے میں بزدلی کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، حملہ آور ہو کر بڑھتا ہے یا قتل کر دیتا ہے، انہیں مار مار کر بھگا دیتا ہے اور نیزوں کو خون سے سیراب کرتا ہے۔"

اسی طرح لڑتے لڑتے قتل ہو گیا، اس کے ساتھیوں نے تکبیر کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ وہ مارا گیا اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد مختار نے اپنے ساتھیوں کو ایک خطبہ دیا جس میں لوگوں کو قاتلینِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیخلاف خوب بھڑکایا کہنے لگا: ہمارا کتنا عظیم جرم ہوگا کہ ہم قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ

کو زمین پر زندہ چلتا پھرتا چھوڑیں، پھر تو ہم آل محمد ﷺ کے بدترین مددگار ٹھہریں گے اور میں جھوٹا کہلاؤں گا جیسا کہ تم لوگ مجھے کہتے بھی ہو، میں ان کے خلاف اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ان کے حق میں شمشیر براں اور نیزہ بازی ان کا انتقام لینے والا اور پورا حق ادا کرنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو قتل کر کے چھوڑیں گے اور جو اہلبیت کے حقوق سے روگردانی کرے گا اسے رسوا کر کے رہیں گے۔ تم لوگ ان میں سے ایک ایک کا نام بتاؤ اور پھر ان کا پیچھا کرو حتیٰ کہ انہیں قتل کر کے دم لو! مجھے اس وقت تک کھانا پینا اچھا نہیں لگے گا جب تک کہ میں ان کے وجود سے زمین کو پاک نہ کر دوں۔ یا ملک سے نکال باہر نہ کروں! اس کے بعد کوفہ میں تلاشی شروع ہوگئی لوگ قاتلینِ حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ پکڑ کر لاتے اور مختار ان کے عمل کے اعتبار سے مختلف انواع سے قتل کرنے کا حکم دیتا، کسی کو آگ میں جلا دیا، کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا اور وہ اسی حال میں مر گیا، کسی کو تیر اندازی کر کے موت کے گھاٹ اتارا۔ مالک بن بشر کو پکڑ کر لائے تو مختار نے اسے کہا: تو ہے جس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اتاری تھی؟ وہ کہنے لگا ہمیں جبراً نکالا گیا تھا، مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو! چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا، عبداللہ بن اسید جہنی کو بھی برے طریقے سے مارا گیا۔ (البدایہ والنہایہ)

﴿ذق انک انت العزیز الکریم﴾ (دخان)

”لے چکھ تو بڑا معزز مکرم ہے۔“

مختار نے اپنے جرنیل ابو عمرہ کو خولی بن یزید کے پاس بھیجا، اس نے اس کے مکان کا احاطہ کر لیا اس کی بیوی باہر آئی تو انہوں نے خولی کے متعلق دریافت کیا۔ وہ کہنے لگی: مجھے تو معلوم نہیں وہ کہاں ہے؟ اور ساتھ ہی اشارہ کر کے بتایا کہ وہ اندر چھپا ہوا ہے، کیونکہ ان کی اہلیہ کو ان سے اسی دن سے عداوت ہوگئی تھی جس روز وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لے کر آیا تھا، اس پر وہ اسے لعن طعن بھی کرتی رہتی تھی، اس کا نام عیوق بنتِ مالک بن نہار بن عقرب حضرمی تھا۔

سپاہی اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ٹوکرے کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے گرفتار کر کے مختار کے دربار میں حاضر کر دیا، مختار نے حکم دیا کہ اسے اپنے گھر کے قریب لے جا کر قتل کر کے جلا دیا جائے، اسی طرح حکیم بن فضیل سنبسی کے پاس سپاہی بھیجے، اس نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے روز عباس بن علی کو لوٹا تھا، وہ بھی پکڑا گیا۔ اس کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس دوڑے ہوئے گئے تا کہ وہ مختار سے اس کی سفارش کرے۔ وہ مختار کے پاس آیا اور اس کی سفارش کی، مختار نے سفارش قبول کر لی، واپس لوٹا تو سپاہی اسے قتل کر چکے تھے، وہ بہت غصے ہوا کہ مختار کی سفارش کا احسان بھی اٹھایا پھر بھی مقصود حاصل نہ ہو سکا۔ یزید بن ورقاء کے پاس بھی سپاہی بھیجے جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو شہید کیا تھا۔ انہوں نے اس کے مکان کا گھیراؤ کر لیا وہ باہر نکل کر لڑنے لگا، انہوں نے اسے تیر اور پتھر مار مار کر گرا دیا اور پھر زندہ جلا دیا، مختار نے سنان بن انس جسکا دعویٰ تھا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، کو بھی بلایا، پتہ چلا کہ وہ بصرہ یا کسی جزیرے کی طرف فرار ہو گیا ہے تو اس کا گھر منہدم کر دیا گیا، محمد بن اشعث بن قیس بھی مصعب کے پاس بصرہ بھاگ نکلا، مختار نے حکم دیا کہ اس کا مکان منہدم کر کے اس کی جگہ حجر بن عدی کا مکان تعمیر کیا جائے جس کا مکان ابن زیاد نے منہدم کروا دیا تھا۔

حتّٰی اذا فرحوا بما اُوتوٓا اخذناھم بغتۃً فاذا ھم مبلسون O (انعام)

''یہاں تک کہ جب چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔''

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ ایک روز سعد بن ابی وقاص بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا ایک غلام ان کے پاس آیا جس کی ایڑی سے خون بہہ رہا تھا، سعد نے پوچھا: تمہیں کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا: آپکے بیٹے عمر نے! سعد مستجاب الدعوات تھے، کہنے لگے: اے اللہ! اسے قتل کر دے اس کا بھی خون بہا دے، جب مختار کوفہ کا گورنر بنا تو عمر بن سعد نے عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کی پناہ لی یہ مختار کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قرابت داری کی وجہ سے گہرے دوست تھے، انہوں نے مختار سے عمر

کیلئے امان حاصل کر لی جس کا مضمون یوں تھا۔ اسے اپنی جان، مال اور اہل وعیال کی امان دی جاتی ہے، بشرطیکہ بغاوت نہ کرے اور اپنے گھر اور شہر کو نہ چھوڑے، جب تک کوئی ہنگامہ نہ کرے، (اس آخری جملے" مالم یحدث حدثا "کے دو مطلب ہیں ایک تو وہ جو ترجمے میں اختیار کیا گیا۔ یعنی جب تک کوئی ہنگامہ، فتنہ وفساد نہ کرے، دوسرا یہ کہ جب تک پاخانہ پیشاب نہ کرے۔ لوگ اس کا پہلا مطلب سمجھتے رہے مگر مختار نے دوسرا مطلب مراد لیا، توضیح از مترجم)

مختار کا مطلب یہ تھا کہ جب تک پاخانہ پیشاب نہ کرے، چنانچہ جب عمر بن سعد کو اطلاع ہوئی کہ مختار اسے قتل کرنا چاہتا ہے، تو اس نے رات ہی رات مصعب یا ابن زیاد کے پاس چلے جانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے کسی غلام نے مختار کو اس منصوبے سے آگاہ کر دیا، تو کہنے لگا اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایک غلام ہی نے مختار کو کہا تھا نیز یہ بھی کہا: تو اپنے مکان سے جاتا ہے؟ واپس ہو جاؤ! چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور بھاگنے کا ارادہ ترک کر دیا، صبح ہوتے ہی مختار کے پاس پیغام بھیج کر معلوم کیا کہ: کیا آپ اپنی دی ہوئی امان پر قائم ہیں؟ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ خود ہی مختار کے پاس یہ معلوم کرنے آیا تو مختار نے کہا: بیٹھ جاؤ! ایک قول کے مطابق عمر نے عبداللہ بن جعدہ کو یہ بات معلوم کرنے بھیجا تو مختار نے اسے وہیں بٹھا لیا اور اپنے جلاد کو حکم دیا کہ عمر بن سعد کا سر قلم کر لاؤ چنانچہ وہ گئے اور اس کا سر اتار لائے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ مختار نے ایک رات یہ بات کہی کہ میں کل ایک بڑے پاؤں گہری آنکھوں چوڑے ابروؤں والے شخص کو قتل کروں گا جس کے قتل سے اہل ایمان اور مقرب فرشتے خوش ہوں گے، ہیثم بن اسود وہاں موجود تھا فوراً سمجھ گیا کہ عمر بن سعد مراد ہے۔ انہوں نے عریان نامی اپنے بیٹے کو بھیج کر عمر کو اطلاع دی تو وہ کہنے لگا: اتنے بڑے عہد و میثاق کے بعد ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جب مختار کوفہ کا گورنر بن کر آیا تو شروع شروع میں اہل کوفہ کے ساتھ بڑے عمدہ طریقے سے پیش آیا، اسی وقت عمر بن سعد کو ایک امان نامہ بھی لکھ کر دیا تھا جس میں الا ان یحدث حدثا کا جملہ بھی تھا۔ (تفصیل گزر چکی، از مترجم)

ابومخنف فرماتے ہیں کہ ابوجعفر باقر فرمایا کرتے تھے کہ مختار کی مراد اس جملے سے یہ تھی کہ جب تک وہ بیت الخلا میں جا کر پاخانہ پیشاب نہ کرے اس وقت تک اسے امان ہے، یہ سن کر عمر پریشان ہوگیا اور ایک محلے سے دوسرے دوسرے سے تیسرے میں چھپتے چھپاتے پھر اپنے گھر آ گیا۔ مختار کو اس کی اطلاع ملی تو کہنے لگا۔ اللہ کی قسم وہ ہرگز نہیں چھپ سکتا اس کی گردن میں تو خونِ حسین رضی اللہ عنہ کی زنجیر ہے جو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر لے آئے گی اس کے بعد ابوعمرہ کو اس کے قتل کے لئے روانہ کیا: عمر نے بھاگنا چاہا، مگر پاؤں پھسل کر اپنے گڑھے میں گرا اوپر سے ابوعمرہ نے تلوار کا وار کر کے قتل کر دیا، اور اس کا سر چادر میں چھپائے مختار کے سامنے لا کر رکھ دیا، مختار نے عمر کے بیٹے حفص سے کہا وہ اس مجلس میں موجود تھے، کہ تم اس سر کو پہچانتے ہو؟ اس نے سر دیکھ کر انا للہ پڑھا اور کہا: ان کے بعد زندگی بیکار ہے، مختار نے کہا: تو سچ کہتا ہے! چنانچہ حکم دیا کہ اس کا بھی سر قلم کر دیا جائے، اس کا سر کاٹ کر اس کے باپ کے سر کے ساتھ رکھا گیا۔ مختار نے کہا: یہ سر حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے اور یہ علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے مگر برابری پھر بھی نہیں ہوسکتی، اللہ کی قسم! اگر تین چوتھائی قریش قتل کر دیئے جائیں تب بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی انگلی کے پورے کا بدلہ بھی نہیں ہوسکتا۔

اینما تکونوا یدرککُّم الموت ولو کنتم فی بروجٍ مُّشیّدۃٍ. (نساء)

”تم چاہے کہیں بھی ہو، وہاں ہی تم کو موت آجائیگی اگرچہ تم چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔“

ابن زیاد ابراہیم بن اشتر نخعی کے ہاتھوں قتل ہوا، اسطرح کہ ابن اشتر ۲۲ ذی الحجہ ہفتہ کے روز کوفہ سے چلا، ابن زیاد مقام موصل میں تھا، اب نیا سال شروع ہو چکا تھا، مقام خازر جو کوفہ سے ۵ میل کے فاصلے پر ہے وہاں دونوں اکٹھے ہو گئے، ابن اشتر نے پوری رات جاگ کر گزاری، صبح صادق قریب ہوئی تو اٹھ کر اپنے لشکر کو تیار کیا اور دستے مقرر کیے پھر اول وقت میں فجر کی نماز ادا کی اور ابن زیاد کے لشکر کے تعاقب میں چل دیئے۔ اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھے ابن اشتر پیادہ دستے کے ساتھ چل رہا تھا، ایک ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا کہ ابن زیاد کا لشکر خواب خرگوش

میں مست ہے تو ان پر حملہ بول دیا، وہ جلدی جلدی اپنے گھوڑوں اور اسلحے کی طرف بھاگے، ابنِ اشتر گھوڑے پر سوار ہوا اور پورے لشکر میں گھوم کر ابنِ زیاد کیخلاف لوگوں کو جنگ کیلئے بھڑکایا، وہ یوں کہتا: یہ ابنِ زیاد جگر گوشۂ بنت رسول ﷺ کا قاتل ہے، اللہ تعالیٰ آج اسے تمہارے پاس لایا ہے، اور تمہیں اس پر مسلط کیا ہے، اسے قتل کر ڈالو، اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کا وہ حشر کیا ہے جو فرعون نے بنی اسرائیل کا بھی نہیں کیا، یہ وہی ابنِ زیاد ہے جس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ازواج کو دریائے فرات کا پانی بھی نہیں پینے دیا، نہ ہی کسی اور طرف جانے دیا اور نہ یزید سے مصالحت کرنے دی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے دم لیا۔ تمہارا ناس ہو! آج اپنے سینے کی پیاس بجھالو اپنے نیزوں اور تلواروں کو اس کے خون سے سیراب کرلو، یہی ہے جس نے تمہارے نبی کی اولاد کا خون کر ڈالا آج اللہ اسے گھیرے میں لایا ہے، اس طرح کی خوب زوردار ترغیب دی، اور پھر خود بھی ایک جھنڈے کے نیچے آ کھڑا ہوا۔ ابنِ زیاد نے بھی اپنی فوج کے سوار و پیادہ کو جمع کر کے مرتب کیا، میمنہ پر حصین بن نمیر، میسرہ پر عمیر بن حباب سلمیٰ کو یہ پہلے ہی ابنِ اشتر سے مل چکا تھا اور وعدہ کر چکا تھا کہ جونہی جنگ شروع ہو گئی میں شکست کھا جاؤں گا، ابنِ زیاد کے گھوڑے پر شرجیل بن کلاع سوار تھا اور وہ خود پیادہ دستے کیساتھ چل رہا تھا، حصین بن نمیر نے اہلِ کوفہ کے میسرہ پر حملہ کر کے اسے شکست دی اس کے امیر علی بن مالک جشمی کو قتل کر دیا، اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن علی نے جھنڈا سنبھالا اس نے اسے بھی تہ تیغ کر دیا، حتیٰ کہ اہلِ کوفہ کا میسرہ پیچھے ہٹتا چلا گیا، اتنے میں ابنِ اشتر نے آواز دی: اللہ کے سپاہیو! میرے پاس جمع ہو جاؤ میں ابنِ اشتر ہوں، انہوں نے اپنا سر کھول دیا تا کہ لوگ انہیں پہچان لیں، چنانچہ لوگ ان کی آواز سن کر ان کے گرد جمع ہو گئے، پھر انہوں نے اہلِ شام کے میسرہ پر حملہ کیا اہل شام کا میسرہ شکست کھا کر ابنِ اشتر کے ساتھ آملا، اب ان سب کو لیکر ابن اشتر حملہ آور ہوا، اپنے جھنڈا بردار کو کہا کہ ان کے درمیان گھس جاؤ، اس روز ابنِ اشتر نے خوب دادِ شجاعت دی جس پر بھی تلوار اٹھاتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا، حتیٰ کہ کشتوں کے پشتے لگ

گئے، ایک روایت میں ہے کہ اہلِ شام کے میسرہ نے جم کر مقابلہ کیا، پہلے نیزوں سے پھر تلواروں سے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد ابنِ اشتر نے حملہ کر کے اسے پسپا کیا، اور انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کرنے لگے، بہادروں کی ایک جماعت لیکر خود ابنِ اشتر نے ان کا تعاقب کیا، ابن زیاد اپنی جگہ کھڑا تھا، ابن اشتر اسے قتل کرتا ہوا آگے بڑھ گیا مگر اسے پتہ نہ چل سکا کہ یہ ابنِ زیاد ہے، اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نہر خازر کے کنارے ایک شخص جھنڈے کے نیچے کھڑا تھا اسے مقتولین میں تلاش کرو، میں نے اسے قتل کیا تو اس کے ہاتھ مشرق اور پاؤں مغرب کی طرف تھے، اس کے جسم سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی، تلاش کیا تو وہ ابنِ زیاد نکلا ابنِ اشتر نے اسے وار کر کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے، اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفہ روانہ کیا اور فتح و نصرت کی بشارت بھی دی، اہلِ شام کے اشراف حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلاع وغیرہ کے سر بھی کوفہ مختار کے پاس بھیجے کوفیوں نے شامیوں کا تعاقب کر کے خوب قتل و غارت کیا اور مقتولین سے زیادہ دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے، ان کے پڑاؤ میں جمع شدہ مال و متاع سب پر قبضہ کر لیا، اس طرح ابن زیاد کو ابنِ اشتر نے خازر کے کنارے موصل سے ۵ میل کے فاصلے پر بری طرح قتل کیا۔

ابو احمد حاکم کہتے ہیں کہ یہ عاشورہ کا دن تھا، اسی روز سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ ابنِ اشتر نے ابنِ زیاد اور دیگر روساء اہلِ شام کے سروں کو مختار کے پاس بھیج دیا وہ بہت خوش ہوا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ مجھے یوسف بن موسیٰ بن جریر نے خبر دی، وہ یزید بن ابنِ زیاد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مختار کے سامنے ڈالے گئے تو ایک پتلا سا سانپ نمودار ہوا اور وہ تمام سروں کو چھوڑتا ہوا ابن مرجانہ کے سر کے پاس آیا اس کی ناک سے داخل ہوتا اور منہ سے نکلتا، منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکلتا۔

﴿ذاقوا وبال امرهم ولهم عذاب اليم﴾ (حشر: ۱۵)

''وہ اپنے وبال کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے میری دادی نے بتایا کہ جولوگ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھے، میں نے ان میں سے دو کو دیکھا ہے۔ ایک کا تو آلۂ تناسل اتنا بڑھ گیا کہ اسے لپیٹ کر باندھنا پڑتا تھا، دوسرا اس قدر پیاسا رہتا تھا کہ مشکیزہ پی جانے کے باوجود اس کی پیاس نہ بجھتی تھی۔

قرہ بن خالد کہتے ہیں میں نے ابو رجا عطاردی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا ایک پڑوسی تھا جس کا تعلق قبیلہ بلھجیم سے تھا وہ کوفہ آیا اور کہنے لگا: اس فاسق بن فاسق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جسے اللہ نے قتل کر دیا، اس کی مراد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے، اتنے میں آسمان سے اللہ نے دو ستارے بھیجے وہ اسے اندھا کر گئے۔

عطاء بن مسلم حلبی کہتے ہیں کہ سدی نے فرمایا کہ میں تجارت کی غرض سے کربلا آیا، بنو طے کے ایک معزز آدمی نے ہماری ضیافت کی، ہم لوگ رات کے کھانے پر اس کے ہاں گئے، شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی بات چل نکلی، میں نے کہا: جو شخص بھی قتلِ حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا اس کا انجام بہت برا ہوا۔ وہ کہنے لگا: بالکل جھوٹ ہے، میں خود ان کے قتل میں شریک تھا، اتنے میں وہ چراغ میں تیل ڈالنے لگا اور انگلی سے بتی ٹھیک کرنے لگا، اس کی انگلی نے آگ پکڑ لی، تھوک کے ذریعے اسے بجھانے لگا تو ڈاڑھی نے آگ پکڑ لی اس نے دوڑ کر پانی میں چھلانگ لگا دی مگر اتنی دیر میں وہ جل کر کوئلہ بن چکا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

فکلا اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوآ انفسھم یظلمون O (العنکبوت: ۴۰)

”تو ہر ایک کے ہم نے اس کی گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔ سو ان میں بعضوں پر ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا، اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔“

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
کی منقبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی

رسول اللہ ﷺ کی زبانی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ترجمانی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی، ہاں مریم بنت عمران کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔ (مسند احمد ورجالہ صحیح)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی جنتی انسان کو دیکھنا چاہے، وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(مسند ابو یعلی رجالہ رجال الصحیح)

یعلی بن مرۃ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک طعام ضیافت کے لئے نکلے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ گلی میں کھیل رہے تھے آپ ﷺ ہم سے آگے بڑھے اور (انہیں پکڑنے کے لئے) ہاتھ پھیلا لئے، حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ ﷺ بھی ان سے مزاح فرماتے رہے حتیٰ کہ انہیں پکڑ لیا، ایک ہاتھ گدی پر رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے دیا اور ان کے سر کا بوسہ لیا، اور فرمایا: "حسین رضی اللہ عنہ میرا ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں، اللہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والے سے محبت رکھے، حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول ﷺ ہے۔"

(ابن ماجہ ۱۴۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا: تمہیں نبی ﷺ کے ساتھ رہتے ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اتنا اتنا عرصہ ہو گیا! فرماتے ہیں کہ اس پر انہوں نے مجھے مارا پیٹا اور برا بھلا کہا (کہ اب تک ہمارے لئے دعا نہ کروا سکے) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اب مجھے جانے دو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغرب کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھوں گا اور اس وقت تک آپ ﷺ سے جدا نہ ہوں گا جب تک آپ ﷺ میرے اور تمہارے لئے استغفار نہ فرما دیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی، پھر آپ ﷺ

نے (عشاء کے وقت) عشاء کی نماز پڑھائی اس کے بعد آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، راستے میں آپ کو کسی نے روک لیا اس کے ساتھ آپ ﷺ نے سرگوشی فرمائی پھر آگے چلے میں بھی پیچھے پیچھے چلا، میری آہٹ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہو؟ میں نے عرض کیا: حذیفہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے، اس کے بعد فرمایا: تم نے اس آنے والے کو نہیں دیکھا جو کچھ دیر قبل میرے سامنے آیا تھا؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ تھا جو آج سے قبل زمین پر نہیں آیا، اللہ سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے آیا تھا کہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

(مسند احمد، ترمذی)

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما میری دنیا کی بہار ہیں۔ (ترمذی ۳۷۷، بخاری الادب)

عدی بن ثابت حضرات براء سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ مجھے ان دونوں سے پیار ہے تو بھی ان سے محبت فرما۔

(ترمذی وقال حسن صحیح، ومسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! تو، میں اور یہ دونوں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہ سوئے ہوئے یعنی علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز اکھٹے ہوں گے۔ (رواہ احمد والطیالسی)

عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ میں زینب بنت ابی سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف رکھتے تھے آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں، حسن رضی اللہ عنہ کو بائیں اور گود میں بیٹی فاطمہ کو بٹھا کر فرمایا: اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں، بیشک وہ بڑا قابلِ تعریف اونچی شان والا ہے۔

(قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط)

صفیہ بنت شیبہ فرماتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک روز آپ ﷺ سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرماتے تھے اتنے میں حسن بن علی آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں بٹھالیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی حسن کے ساتھ بٹھالیا، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو انہیں بھی چادر میں بٹھالیا، اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی چادر میں بٹھایا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، ''اللہ کو یہ منظور ہے اے گھر والو! کہ تم سے آلودگی کو ختم کر دے اور تمہیں پاک صاف رکھے۔'' (احزاب) (اخرجہ مسلم فی فضائل الصحابہ)

ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا: اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے آلودگی کو ختم فرما اور انہیں پاک صاف رکھ۔ (ترمذی ۳۷۸۷)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ کو اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ''لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرا گھرانہ واہل بیت۔'' (ترمذی ۳۷۸۶)

ایک روایت میں یوں وارد ہوا کہ میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، ان میں سے ایک دوسری سے عظیم تر ہے ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی اللہ کی رسی ہے، دوسری میرا گھرانہ واہلبیت۔ یہ دونوں حوض پر میرے پاس آنے تک جدا نہیں ہوں گے۔ خیال رکھنا تم میرے بعد ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو! (ترمذی ۳۷۸۸)

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں تمہارے درمیان اپنے دو خلیفہ چھوڑے جارہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میرا گھرانہ و اہلبیت، یہ دونوں حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ (اخرجہ احمد فی فضائل الصحابہ)

اىّ حباءٍ حبوت احمد فى حفرته من حرارة الثاكل

تعال فاطلب غداً شفاعته وانهض فرد حوضه مع الناهل

ما الشک عندی بحال قابله لکننی قد اشک بالخاذل

"اے قاتل حسین! تو نے اتنا بار گراں اٹھایا ہے جو اٹھانے والے کو لڑکھڑا دیتا ہے۔ تو نے احمد ﷺ کو ان کی قبر اطہر میں رونے والے کی اندوہ وغم کے علاوہ کیا تحفہ پیش کیا ہے۔ آ کل قیامت میں ان کی شفاعت حاصل کر اور اٹھ کھڑا ہو حوض کوثر سے جام پینے والوں میں شامل ہو جا۔ مجھے ان کے مقابلے میں نکلنے والے کا اتنا اندیشہ نہیں جتنا آپ رضی اللہ عنہ کی گستاخی اور شہید کرنے والوں کا ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی ذُریت

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد سے نہایت بابرکت نسل چلائی جن کا مسلمانوں کی قیادت، اسلام کی نشر واشاعت، اصلاح نفوس وتزکیہ اور جہادی وتحریری تحریکات کی قیادت میں مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں اہم کردار رہا ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر تو آپ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے تھے، زین العابدین کثیر الاولاد ہوئے ہیں، جعفر اور عبداللہ کی اولاد تھے، زین العابدین کے ہاں دو بچے حسن وحسین پیدا ہوئے مگر بچپن ہی میں وصال کر گئے، باقی محمد باقر، عبداللہ، زید، عمر علی اور محمد اوسط سب کے سب لاولد تھے، عبدالرحمٰن، حسین صغیر اور قاسم بھی لاولد تھے۔

کتب تراجم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نسل میں اکثر وبیشتر علماء فقہا، مفسرین ادباء لغویین، زہاد، عباد، ربانیین مصلحین اور مجاہدین ہی ملیں گے۔

یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاصرین کی نگاہ میں بہت اونچا مقام تھا، وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو پورے حجاز کا سردار، یتیموں کی جائے پناہ، ضعفاء کا غمخوار، پورے جزیرہ عرب کی عزت دینداروں کا ماویٰ، اللہ کے دین کے مددگار، ساری مخلوق کی پناہ گاہ تسکین روح اور دل ونظر کا چین سمجھتے تھے، جس کی ہلکی سی جھلک خلفاءِ راشدین کی صحبت، مکہ سے کوفہ روانگی کے وقت اقوال صحابہ اور میدانِ جہاد میں دکھائی دیتی ہے، جبکہ آپ کے ساتھیوں نے بے مثال دفاع کر کے آپ رضی اللہ عنہ پر جاں نثار کر دی اور بے جگری سے لڑے اور آپ کی اس نصرت پر اللہ کا شکر ادا کیا، مندرجہ ذیل واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام اہلِ عراق کے بے شمار خطوط اور وفود پہنچے، ساتھ ہی مسلم بن عقیل کا خط بھی آگیا کہ اپنے اہل وعیال سمیت آجاؤ، تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ۸ ذی الحجہ یوم ترویہ کو مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، اگلے روز مسلم بن عقیل شہید کر دیئے گئے، مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس سے بالکل بے خبر تھے، مسلم بن عقیل یوم عرفہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی سے ایک روز قبل شہید ہوئے، جب لوگوں کو کوفہ کی طرف آپ کی روانگی کا علم ہوا تو لوگوں نے آپ کو عراق جانے سے منع فرمایا اور انجام سے باخبر کیا، مکہ ہی میں اقامت کا مشورہ دیا۔ سیدنا علی وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ان کے برتاؤ کا ذکر کیا۔

سفیان بن عینیہ ابراہیم بن میسرہ سے نقل کرتے ہیں، وہ طاؤس سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عراق جانے کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے ان سے عرض کیا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر اور آپ پر ہنسیں گے تو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کے سر کو مضبوطی سے پکڑے رکھتا اور عراق نہ جانے دیتا۔

تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ: میں فلاں فلاں علاقے میں شہید کر دیا جاؤں یہ مجھے

زیادہ پسند ہے بنسبت مکہ میں قتل کیے جانے کے، فرماتے ہیں کہ اس جواب سے مجھے تسلی ہوگئی۔

ابو مخنف حارث بن کعب الوالبی سے اور وہ عقبہ بن سمعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ جانے کا عزم فرمایا تو ابنِ عباس ان کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: میرے چچازاد بھائی آپ کے عراق جانے کی خبر سے لوگ پریشان ہیں، بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان شاء اللہ انہیں ایک دو روز میں نکلنے کا عزم ہے، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر انہوں نے اپنے امیر کو قتل، اپنے دشمن کو جلاوطن کر کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور پھر آپ کو بیعت کیلئے بلا رہے ہیں تو آپ ضرور تشریف لے جائیں، اور اگر ان کا امیر زندہ مقیم، ان پر غالب ہے، علاقے میں ان کے عمال کی آمد و رفت ہے تو یاد رکھنا انہوں نے صرف فتنے اور غارتگری کے لئے آپ کو دعوت دی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں کے دل پلٹ کر آپ کے خلاف نہ ہو جائیں اور وہی بلانے والے آپ کے دشمن نہ بن جائیں، اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حالات کا جائزہ لیتا ہوں اور استخارہ بھی کرتا ہوں۔

دوسری روایت: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: چچازاد بھائی: میں صبر کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں مگر ہوتا نہیں، مجھے آپ کے اس سفر میں آپ کے قتل کا اندیشہ ہے۔ عراقی لوگ بڑے غدار ہیں ان کے دھوکہ میں مت آنا، یہیں مکہ میں رہو، وہ اپنے دشمن کو نکال باہر کریں تو تشریف لے جائیں ورنہ ملک یمن قلعوں اور غاروں والا ملک ہے، آپ کے والد گرامی کے محبین کی ایک بڑی جماعت بھی وہاں موجود ہے۔ وہاں آپ لوگوں سے کنارہ کش رہ کر خط و کتاب رکھئے اور اپنے نمائندے ان میں بھیجتے رہیں مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے سے آپ اپنے مقصود میں کامیاب ہو جائیں گے! اس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے عم زاد! مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے خیرخواہ اور انتہائی شفیق ہو مگر میں تو سفر کا عزم کر چکا ہوں! ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر جائے بغیر چارہ کار نہیں تو پھر بچوں اور خواتین کو ساتھ نہ لے جاؤ،

اللہ کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح بیوی بچوں کے سامنے نہ قتل کر دیا جائے۔ بہت سے حضرات نے شبابہ بن سوار سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن اسمٰعیل بن سالم اسدی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے کہ اچانک انہیں اطلاع ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق کے لئے نکل چکے ہیں۔ اطلاع پا کر یہ ان کے پیچھے چلے اور تین رات کی مسافت پر ان سے جا ملے، اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: عراق جا رہا ہوں، ان کے پاس اہلِ کوفہ کے لکھے ہوئے خطوط و بیعت نامے تھے۔ فرمانے لگے، اہلِ عراق نے یہ خطوط اور دستاویزات بھیجی ہیں، ابن عمر نے فرمایا: پھر بھی مت جاؤ! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی انکار فرمایا تو ابنِ عمر کہنے لگے: میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں، وہ یہ کہ جبریل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا و آخرت کے اختیار کرنے کا اختیار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجائے دنیا کے آخرت کو ترجیح دی، آپ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر ہی کا ایک حصہ ہیں، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ٹھکرا دیا، تو اللہ کی قسم اب تم میں سے کوئی بھی ہر گز ہرگز اسے حاصل نہیں کر سکتا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات سے دنیا کو دور رکھا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس سے بہتر (آخرت تمہیں دینا چاہتا ہے، اس پر بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی کا انکار فرما دیا تو ابنِ عمر آپ رضی اللہ عنہ سے گلے مل کر روئے اور فرمایا: میں شہید کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو عبیدہ نے انہیں سلیم بن حیان نے خبر دی، وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا کہ:

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تقدیر کی عجلت ہی لے گئی وگرنہ اگر مجھے وہ مکہ میں مل جاتے تو میں ہرگز انہیں نہ جانے دیتا، ہاں مجھ پر غالب ہی آجاتے تو اور بات تھی۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: ابو عبداللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں، مجھے آپ پر سخت اندیشہ ہے، مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے محبین کی ایک جماعت نے خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ بلایا

ہے، آپ ہر گز وہاں نہ جائیں، میں نے آپ کے والدِ گرامی رضی اللہ عنہ سے کوفہ ہی میں یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے تنگ آ چکا، میرے دل میں ان کا بغض بھرا ہوا ہے اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے اور مجھے مبغوض رکھنے لگے، یہ لوگ کبھی وفا نہ کریں گے، جو ان سے کام نکال سکے تو سمجھو کہ اس نے انتہائی ردی تیر سے اپنا کام نکالا، اللہ کی قسم ان کی نیتوں اور عزائم کا ذرہ برابر اعتبار نہیں اور نہ ہی وہ لوگ تلوار کے سامنے ٹھہر سکتے ہیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بھی آپ کے عراق کی طرف خروج کو ایک مصیبت سمجھتے ہوئے آپ کو خط لکھا۔ جس میں اطاعت و فرمانبرداری اور لزوم جماعت کا لکھا اور یہ کہ بصورتِ دیگر آپ اپنے مقتل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور فرمایا میں نے سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ سرزمین بابل میں شہید ہوگا۔ سیدنا حسین علیہ السلام نے ان کا خط پڑھ کر فرمایا: اگر میرا یہ جانا مقتل کی طرف جانا ہے تو پھر میں جا کر ہی رہوں گا۔

اسی طرح بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام آئے اور عرض کیا: عم زاد! آپ کو معلوم ہے کہ عراقیوں نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا، آپ پھر انہی کے پاس جا رہے ہیں، وہ تو دنیا کے پجاری ہیں، جنہوں نے نصرت و مدد کا وعدہ کیا ہے وہی آپ کو قتل کریں گے، جو اظہار محبت کر رہے ہیں وہی آپ کو رسوا کریں گے، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عم زاد، اللہ تجھے بہتر بدلہ عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ جس امر کو طے فرما دیتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے، اس پر بکر نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا: ابو عبداللہ! ہم اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے امیدوار ہیں۔

عبداللہ بن جعفر نے بھی خط لکھ کر اہل کوفہ کی عیاریوں سے آگاہ کیا اور اللہ کا واسطہ دے کر وہاں جانے سے روکا، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے ایک خواب میں دیکھا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک کام کا حکم فرمایا ہے جسے میں کر کے رہوں گا اور اس سے قبل کسی کو نہ بتاؤں گا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ لوگوں کی نگاہ میں پوری دنیا کی سلطنت سے زیادہ عظیم سرمایہ ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہوتے ہی اپنے ساتھیوں کو نمازِ فجر پڑھائی اور سفر پر روانہ ہو گئے، نینویٰ پہنچے تو دیکھا کہ کوفہ کی جانب سے ایک سوار تیر کمان سجائے آرہا ہے، اس نے آکر حر بن یزید کو سلام کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کیا، اور حر کو ابنِ زیاد کا خط نکال کر دیا جس کا مضمون تھا کہ: ''حسین کے برابر سفر کرتے رہیں انہیں کسی محفوظ بستی یا قلعے میں پناہ نہ لینے دیں اسی طرح انہیں عراق تک لے آئیں۔'' یہ ۲ محرم ۶۱ھ جمعرات کا دن تھا، اگلے روز عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار کا لشکر جرار لے کر آپہنچا، اسے ابنِ زیاد نے دیلم پر چڑھائی کے لئے تیار کیا تھا اور کوفہ سے باہر خیمہ زن تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ سامنے آیا تو اس نے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اور وہاں سے فارغ ہو کر دیلم جانے کا حکم دیا، انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلنے سے معذرت کر دی، ابنِ زیاد نے کہا: اس شرط پر تمہاری معذرت قبول ہے یہ کہ تمہیں تمام علاقوں کی گورنری سے معزول کر دوں، عمر بن سعد نے کہا مجھے سوچنے کا موقعہ دیجئے۔ وہ جس کسی سے بھی مشورہ کرتا وہ اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جانے سے منع کرتا، ان کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے تو کہا: تو ہرگز حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کو نہ جانا ورنہ اپنے رب کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا ٹھہرے گا، اللہ کی قسم روئے زمین کی حکومت کا چھن جانا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون اپنی گردن میں لے کر اللہ کے حضور جانے سے تیرے لئے کہیں بہتر ہے۔ وہ کہنے لگا، ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

دشمن کا آپ کی امامت میں نماز پڑھنا:

جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کا حکم دیا، انہوں نے اذان کہہ دی، اس کے بعد آپ ایک چادر، ازار اور جوتے زیب تن کیے ہوئے تشریف لائے

اور دوست ودشمن سب کو خطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنے آنے کا سبب بیان فرمایا کہ اہلِ کوفہ نے خطوط لکھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ تشریف لے آئیں آپ کو اپنا امام وخلیفہ بنائیں گے، اس کے بعد اقامت شروع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حر سے کہا: آپ اپنے ساتھیوں کو علیحدہ نماز پڑھائیں گے؟ وہ کہنے لگا: آپ نماز پڑھائیے ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی بھی پاس جمع ہو گئے، حر بن یزید اپنے لشکر میں چلا گیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عزت وحرمت لوگوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے

جب وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے اہل کوفہ کو کس حال میں چھوڑا ہے، ان میں سے ایک مجمع بن عبداللہ عامری کہنے لگا: وہاں کے اشراف اور روساسب آپ کے خلاف ہیں کیونکہ بھاری بھاری رشوتیں انہیں مل رہی ہیں ان کے تھیلے رشوتوں سے پُر ہیں اسی پر ان کی محبت وخیر خواہی کا مدار ہے اور سب کے سب آپ کی عداوت پر متفق ہیں، باقی عوام الناس کے دل آپ کی طرف ہیں مگر کل ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہوں گی، اسکے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں میرے قاصد کا بھی کچھ علم ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کا قاصد کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیس بن مسہر صیداوی۔ وہ کہنے لگے: ہاں حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اور حکم دیا کہ قصرِ امارت پر چڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرے، اس نے اوپر چڑھ کر آپ اور آپ کے والدِ گرامی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی، ابنِ زیاد اور زیاد پر لعن طعن کیا، لوگوں کو آپ کی نصرت کی طرف بلایا اور آپ کے آنے کی خبر دی، اس پر ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ اسے اوپر سے گرا دیا جائے، چنانچہ وہ نیچے گرتے ہی جاں بحق ہو گئے، یہ سن کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فمنهم من قضٰى نحبه ومنهم من ينتظر.

"ان میں سے بعض تو اپنے مقصد کو پورا کر چکے اور بعض انتظار کر رہے ہیں۔"

اس کے بعد فرمایا: اے اللہ جنت کا مہمان خانہ ان کا ٹھکانا بنا، ہمیں اور انہیں اپنے مقام رحمت اور چاہت بھرے ذخائرِ اجر میں جمع فرما۔

لوگوں کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانے کا بہترین انسان شمار کرنا:

آپ کے بھائی عباس بن علی نے کہا: بھائی جان! قوم آرہی ہے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ ان سے معلوم کرو کہ کس لئے آئے ہیں، یہ بیس سواروں کو لیکر گئے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے کہ: امیر کا حکم آیا ہے کہ اطاعت اختیار کرو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

عباس نے فرمایا: تم لوگ یہیں ٹھہرو میں ابوعبداللہ کو اطلاع کر دوں، یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے اور فریقین کا آپس میں زبانی کلامی تبادلہ ہونے لگا اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم کتنے بدترین لوگ ہو اپنے نبی کی ذریت کو قتل کرنا چاہتے ہو حالانکہ وہ اس زمانے کے بہترین انسان ہیں۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے سامنے لوگوں کا دفاع کرنا:

حر بن یزید نے عمر بن سعد کو کہا: اللہ تعالیٰ تمہارے حال کو درست کرے، کیا تم ان سے جنگ کرو گے؟ وہ کہنے لگا: ہاں اللہ کی قسم معمولی جنگ ہوگی جس میں چند سر قلم ہو جائیں اور چند ہاتھ فنا ہو جائیں، حر کا شمار شجاعانِ کوفہ میں ہوتا تھا، بعض ساتھیوں نے انہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف میلان پر ملامت کی تو کہنے لگا: اللہ کی قسم مجھے جنت وجہنم کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں کبھی جہنم کو جنت پر ترجیح نہیں دے سکتا، خواہ مجھے جلا دیا جائے یا میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملا۔

ماضی پر معذرت خواہ ہوئے اور اس کے بعد اہلِ کوفہ سے یوں خطاب کیا: اہل کوفہ! تمہاری ماں تمہیں روئے، تم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا تو اس لئے تھا کہ تم ان کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے اور ان کی نصرت میں جان دے دیتے، مگر تم ان کے قتل کے درپے ہو گئے اور اللہ کی وسیع و عریض سرزمین میں جانے پر بھی پابندی لگادی جہاں کتے اور خنزیر پر بھی پابندی نہیں، دریائے

فرات کے پانی سے تم نے روک دیا جس سے کتے اور خنزیر کو بھی نہیں روکا جاتا، حالانکہ شدتِ پیاس سے وہ نڈھال ہو رہے ہیں تم ذریتِ محمد ﷺ کے بدترین وارث ہو، جن گھناؤنے عزائم کو لئے ہوئے ہو اگر تم ان سے باز نہ آئے اور توبہ تائب نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شدید پیاس کے روز پانی سے محروم کر دے، نیز فرمایا: اہل بیت خواتین و بنات کو اس پانی سے روکتے ہو جسے یہود و نصاریٰ بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں، کتے اور خنزیر جس میں لوٹ پوٹ ہوتے ہیں، وہ تمہارے ہاتھوں اس قیدی کی طرح مجبور محض ہے جو اپنے نفع و نقصان سے بے پرواہ ہو۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑنا مشرکین سے جہاد سے بھی افضل ہے

ابو مخنف ابو جناب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم میں قبیلہ بنو علیم کا عبداللہ بن عمیر نامی ایک شخص تھا، وہ کوفہ آیا اور قبیلہ ھمدان کے بیئر کے قریب سکونت اختیار کی، اس کی بیوی نمر بن قاسط سے تھی، اس نے دیکھا کہ لوگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے جا رہے ہیں تو وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں تو مشرکوں کے ساتھ جنگ کا بڑا حریص تھا مگر امید ہے کہ جگر گوشہ بنتِ رسول ﷺ کے ساتھ مل کر ان سے لڑنا مشرکین سے جہاد سے بھی افضل اور اللہ کے ہاں زیادہ باعث اجر ہو گا، اس نے اپنے اس ارادے کی اطلاع اپنی بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ نیک کاموں کی طرف راہنمائی فرمائے، بہت اچھا کیا، ضرور جاؤ اور مجھے بھی ساتھ لے چلو۔''

آپ رضی اللہ عنہ سے تعرض نہ کرنے ہی میں عافیت سمجھنا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کا حکم دیا وہ سب کے سب سوار ہو گئے اور واپسی کا ارادہ کیا تو دشمن کا لشکر رکاوٹ بن گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حر کو کہا: تیری ماں تجھے روئے، تو کیا چاہتا ہے؟ حر کہنے لگا: آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اگر کوئی اور مجھے یہ جملہ کہتا تو میں اس کی ماں کو نہ بخشتا بلکہ اس سے بدلہ لے کر رہتا مگر آپ کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو ہم لوگ حتی الامکان خیر ہی کے ساتھ یاد کریں گے، اس کے بعد آپس میں زبانی کلامی تبادلہ ہونے لگا۔ حر نے کہا: مجھے

آپ سے جنگ کا آرڈر نہیں میں تو صرف آپ کو ابنِ زیاد کے دربار میں پہنچانے پر مامور ہوں، اگر آپ نہیں جانا چاہتے تو پھر کوئی ایسا راستہ تلاش کریں جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ ہی مدینہ، اس دوران آپ یزید کو خط لکھیں اور میں ابنِ زیاد کو لکھتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے عافیت مرحمت فرمادیں۔

عظیم الشان دفاع:

جب شمر بن ذی الجوشن میسرہ کو لیکر حملہ آور ہوا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا تو آپ کے بہادروں نے عظیم الشان دفاع کیا اور بڑی بے جگری سے لڑے، انہوں نے عمر بن سعد سے پیادہ تیر اندازوں کی کمک طلب کی۔ اس نے ۵۰۰ پیادہ تیر اندازوں کا دستہ بھیج دیا۔ جنہوں نے آتے ہی اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے تمام گھوڑے زخمی ہوگئے اب سب کے سب پیادہ پا ہوگئے۔

جان کنی کے وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یاد:

اس حملہ میں مسلم بن عوسجہ بھی کام آگئے، بلکہ اصحاب حسین رضی اللہ عنہ میں سب سے قبل شہید ہونے والے یہی مجاہد ہیں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، دعا فرمائی، ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، حبیب بن مطہر نے کہا: جنت کی بشارت ہو! خفیف سی آواز میں انہوں نے جواب دیا: ''اللہ تجھے بھی خیر کی بشارت سنائے۔'' اس کے بعد حبیب نے کہا: اگر مجھے بھی تجھ سے آملنے کا یقین نہ ہوتا تو میں آپ کی ہر وصیت پوری کرنے کو تیار تھا، مسلم بن عوسجہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری تو یہی وصیت ہے کہ ان پر جان دے دینا۔

- بے مثال محبت ووفاداری
- تکملۂ فضائل
- حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب کا مجہول یا مشکبار حصہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خوش کرنے کی سعی کرنا:

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک طعام ضیافت کیلئے نکلے، راستے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے آگے بڑھ کر حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے لئے دونوں ہاتھ پھیلائے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے مزاح فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پکڑ کر ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھ کر ان کے سر کا بوسہ لیا۔ (حدیث)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے والے کے لئے بشارت اور جنگ کرنے والے کے لئے ہلاکت:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے اس کے ساتھ میری بھی جنگ ہوگی اور جس سے صلح کرو گے اس کے ساتھ میری بھی صلح ہوگی۔

امام احمد کی روایت میں یوں ہے کہ جو تم سے جنگ کرے گا اس کے ساتھ میری بھی جنگ ہو گی اور جو تم سے صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح ہوگی۔ (ترمذی۔ ۳۸۷، مسند احمد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے مرجعیت کا دروازہ کھولنا

عدی بن ثابت حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے آپ بھی ان سے محبت فرمائیے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا کی بہار:

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کی بہار ہیں۔

حسین رضی اللہ عنہ پانچ چادر اوڑھنے والوں میں سے ایک

صفیہ بنتِ شیبہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تشریف لائے، اتنے میں حسن آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر میں بٹھالیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی بٹھالیا، ان کے بعد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہیں بھی چادر میں بٹھالیا اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی بٹھالیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ: ”اے گھر والو! اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور ہے کہ تم سے آلودگی کو ختم کردے اور تم کو پاک صاف رکھے۔“ (احزاب)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین رضی اللہ عنہ کی جدائی برداشت نہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، سجدہ فرماتے تو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ بیٹھتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں روکنا چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے منع فرمادیتے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، نماز پوری فرما کر انہیں اپنی گود میں بٹھاتے اور فرماتے: جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔

حسین رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبوب شخصیت

رزین بن عبید فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ اتنے میں امام زین

العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محبوب بن محبوب کو خوش آمدید و مرحبا ہو۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ آسمان والوں میں روئے زمین کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب:

یونس بن ابو اسحٰق عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ کی دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے، اچانک حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نگاہ پڑی تو فرمایا: یہ آج کل آسمان والوں کے ہاں روئے زمین کے تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

حسین رضی اللہ عنہ میرے اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں:

یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ایک طعام ضیافت کے لئے نکلے، آگے گلی میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا تو وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے مزاح فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکڑ کر ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے دیا اور دوسرا ہاتھ گدی پر رکھ کر ان کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین میرا ہے، میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے، حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ مجھے سلیمان بن داوردی نے خبر دی، وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن، حسین، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن

جعفر رضی اللہ عنہ کو صغر سنی میں ہی بیعت فرمالیا تھا ان کے علاوہ بچپن میں کسی اور کو بیعت نہیں فرمایا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جنت کے اخص الخواص میں سے ہیں:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے، اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی ہاں مریم بنت عمران کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ اور خانوادۂ نبوت قیامت کے روز یکجا ہوں گے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فاطمہ! میں اور تو اور یہ دونوں (یعنی حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور یہ سوئے ہوئے (یعنی علی رضی اللہ عنہ) قیامت میں اکٹھے ہوں گے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تمام اہل بیت سے زیادہ محبوب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: اہل بیت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما! آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تو بلا دو! پھر ان سے لاڈ پیار فرماتے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرحت وسرور کا باعث اور آپ کے منظورِ نظر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کے قدم اپنے قدم مبارک پر رکھے اور فرمانے لگے، ننھے منے بچے اوپر چڑھو ننھے منے بچے اوپر چڑھو! (اخرجہ احمد ورجالہ ثقات)

مہربان نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے نواسے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے اٹھنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے پیچھے کی جانب سے آہستہ سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ سجدہ فرماتے تو دوبارہ چڑھ بیٹھتے نماز پوری فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھایا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! انہیں چھوڑ آؤں؟ اتنے میں ایک روشنی ظاہر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ، ان کے گھر پہنچنے تک وہ روشنی چمکتی رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہر محبّ حسین رضی اللہ عنہ کے لئے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے، حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (حدیث)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام نامی کو پردہ غیب میں رکھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے اہتمام سے آپ کا نام رکھا:

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام "حرب" رکھا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میرا بیٹا مجھے دکھاؤ! تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: حرب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسن رضی اللہ عنہ ہے، پھر جب حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو میں نے ان کا نام بھی حرب رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا: میرا بیٹا مجھے دکھاؤ تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا حرب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں بلکہ یہ تو حسین رضی اللہ عنہ ہیں، جب تیسرا

بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام بھی حرب رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں حرب نہیں وہ محسن رضی اللہ عنہ ہے اس کے بعد فرمایا: میں نے ان کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کی طرح رکھے ہیں، شبر، شبیر، مشبر۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کا ان کے ساتھ تعلق:

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک طعامِ ضیافت کیلئے نکلے، حسین رضی اللہ عنہ گلی میں کھیل رہے تھے، آپ ﷺ ہم سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا، وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ مزاح فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کو پکڑا اور ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا۔ (حدیث)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے نام کی عملی تفسیر کا ظہور اور آپ کی دانشمندی اور تواضع، آپ کے کلام کی جامعیت، اختصار، گہرائی اور اعجاز

مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان آپس میں کچھ بات بڑھ گئی، ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: "میں نے ابتداء اس لئے نہ کی کہ اس فضیلت کے آپ زیادہ حقدار تھے، میں آپ کی اس فضیلت میں دخل اندازی کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

قرنِ اول میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی برتری کا اعلان:

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک طعام

ضیافت کے لیے نکلے، راستے میں حسین کھیل رہے تھے، آپ ﷺ نے ہم سے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا، وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ ﷺ بھی ان کے پیچھے دل لگی فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے انہیں پکڑ کر ایک ہاتھ ٹھوری کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھ کر آپ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ میرا ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت کرے، حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی گواہی کہ حسین علیہ السلام زمین پر چلتا پھرتا جنتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی جنتی انسان کو دیکھنا چاہے تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے، کیونکہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

سیدنا حسین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی وہ امانت جسے آپ ﷺ امت کے سپرد کر کے گئے:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان دو خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور میرے اہلبیت میرا گھرانہ، یہ دونوں حوض پر میرے پاس آئیں گے۔

سیدنا حسین علیہ السلام اور آپ کے بھائی حسن علیہ السلام سے محبت کرنے والے کے لئے بشارت:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ پہلو میں

کچھ اٹھائے ہوئے تھے، اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے پہلو میں کیا چیز ہے؟ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ہٹائی اور ایک پہلو میں حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے میں حسین رضی اللہ عنہ سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر گوشے ہیں، اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔

﴿ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک﴾ (یوسف)

”یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے آپ کو وحی کے ذریعے یہ قصہ بتلاتے ہیں۔“

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی، اس پر ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں

عبداللہ بن نجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خادم تھے، ایک مرتبہ آپ کے ساتھ سفر میں تھے، صفین جا رہے تھے، جب نینوٰی کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا: ابوعبداللہ! ذرا صبر کیجئے! ابوعبداللہ فرات کے کنارے ذرا ٹھہریے! میں نے عرض کیا: کیا بات ہے؟ فرمانے لگے: میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کس نے رنجیدہ کیا ہے؟ آپ کے آنسو کیوں جاری ہیں؟ فرمانے لگے: ابھی ابھی جبریل میرے پاس سے گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے اس کے بعد جبریل نے مجھے کہا: چاہو تو وہاں کی مٹی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونگھا سکتا ہوں؟ میں نے کہا ضرور لائیے، انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی مٹی مجھے دے دی، اس پر میری آنکھیں بہنے لگیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اطلاع اور ان کے گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ان کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حوض پر پہنچنا:

ابو نعیم فرماتے ہیں کہ ہمیں عبدالجبار بن عباس نے خبر دی، وہ عمار دہنی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو فرمایا: ان کی اولاد میں سے ایک لڑکا ایک جماعت سمیت شہید کیا جائے گا ابھی ان کے گھوڑوں کا پسینہ خشک نہیں ہونے پائے گا کہ وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حوض پر جا چکے ہوں گے۔ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے پوچھا وہ شہید ہونے والے یہ ہیں؟ حضرت کعب نے فرمایا: نہیں، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے پوچھا یہ ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں یہ ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اعلان حضرت جبریل علیہ السلام کی زبانی اور اس بات کی وضاحت کہ نرم زمین آپ کا مدفن بنے گی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے خبر دی کہ میرے بعد حسین رضی اللہ عنہ نرم زمین پر شہید کیا جائے گا، وہ مجھے یہ مٹی دے گئے اور بتایا کہ وہاں یہ شہید ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز نے سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں توحید و رسالت کا پیغام پہنچایا:

عاصم بن عبداللہ علی بن حسین سے اور وہ حضرت ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان کہی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مدد و نصرت کی ذمہ داری، صحابہ کرام کی موجودگی میں ایامِ حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان:

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کے موقع پر عرفہ کے روز اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: "لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری چیز میرے اہل بیت، میرا گھرانہ۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ: میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ان میں سے ایک دوسری سے نہایت عظیم ہے اور وہ کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکتی اللہ کی رسی ہے، دوسرے: میرے اہل بیت، میرا گھرانہ یہ دونوں میرے پاس حوض پر آنے تک جدا نہ ہوں گے خیال کرنا! تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسے پیش آتے ہو!

حسین رضی اللہ عنہ کا رونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کا سبب ہے، اِسے رلانا مت!

علی بن حسین بن واقد سے مروی ہے کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں ابو غالب نے وہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو فرما رکھا تھا کہ حسین کو (کسی بات پر) رلانا نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے کہ جبریلؑ تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کو فرمایا: اب کسی کو اندر نہ آنے دینا، اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اندر آنے دیا، وہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ: آپ کی امت اسے شہید کرے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اہلِ ایمان ہو کر اسے قتل

کریں گے؟ جبریل نے عرض کیا: ہاں ایمان والے، پھر جبریل نے اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھائی۔

حسین رضی اللہ عنہ پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہے گی

عمرو بن شعیب فرماتے ہیں میں زینب بنت ابو سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ کے ہاں تشریف فرما تھے، دائیں بائیں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور سامنے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت ہو بیشک وہ بڑا قابل تعریف بزرگی والا ہے۔“

حبِّ حسین رضی اللہ عنہ عظیم سرمایہ اور بغضِ حسین ایمانی تباہی:

داؤد بن ابی عوف ابو حجاف سے روایت کرتے ہیں (یہ ثقہ راوی ہیں) یہ ابو حازم سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جھاڑ پھونک کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سیدنا ابراہیم اور ان کے بیٹوں کے مابین عجیب وغریب موافقت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر جھاڑ پھونک ان الفاظ کے ساتھ فرماتے تھے! ”اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطٰن وھامۃ ومن کل عینٍ لامۃ“ اس کے بعد فرماتے: ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسحٰق و اسمٰعیل علیہما السلام پر اس طرح دم فرمایا کرتے تھے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کو میدانِ کربلا کے روز نصرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی ترغیب دینا:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ عراق کی کربلا نامی سرزمین پر شہید کیا جائے گا، تم میں سے جو وہاں ہو وہ ان کی خوب نصرت کرے۔''

قابلِ رشک منظر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے، اتنے میں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے، ان کی وجہ سے آپ سجدہ طویل فرما دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جاتا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ لمبا فرما دیا، کیا وجہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے، میرے جگر گوشے میری پیٹھ پر سوار تھے اس لئے میں نے تاخیر کر دی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر پر آپ کے پیچھے:

حضرت ایاس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کی لگام تھامے چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی سوار تھے، حسن رضی اللہ عنہ آگے اور حسین رضی اللہ عنہ پیچھے تھے، اسی طرح میں نے ان حضرات کو حجرہ شریف کے اندر پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو صدقے کا مال کھانے سے محفوظ رکھا

محمد بن زیاد، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کھجور پکنے کے موسم میں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدقے کی کھجوریں لاتے اور مسجد کے صحن میں ڈھیر کر دیتے، حسن و حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے، کہ اچانک ایک نے کھجور لیکر منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے دیکھ لیا اور کھجور منہ سے نکال دی پھر فرمایا: ”تمہیں معلوم نہیں کہ آل محمد ﷺ کے لئے صدقہ کا مال کھانا جائز نہیں۔“

آپ ﷺ کی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور آپ کے نزدیک ان کا مقام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے دیکھ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فضائل صحابہ میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا، ان کو سینے سے لگایا اور پیار فرمانے لگے۔ (حدیث، رجالہ ثقات)

سلیمان بن داوردی جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر کو صغر سنی ہی میں بیعت فرما لیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کو بچپن میں بیعت نہیں فرمایا۔

بہترین سواری تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ہے

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے جب سجدہ فرماتے تو حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ کر بیٹھتے، صحابہ کرام روکنا چاہتے تو آپ ﷺ اشارہ فرما دیتے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، نماز پوری فرما کر آپ ﷺ انہیں اپنی گود میں بٹھاتے اور فرماتے: جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے بھی محبت کرے۔ (ابو یعلی ورجالہ ثقات)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے: ”بہترین سواری تو تمہاری ہے۔“

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی فطری، اخلاقی میراث:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا تھے، عرض کرنے لگیں: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے لختِ جگر ہیں انہیں اپنی وراثت سے کچھ مرحمت فرما دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ کو میری سرداری اور رعب ملے گا، حسین رضی اللہ عنہ کو میری سخاوت وجرأت ملے گی۔

بے مثال اعزاز...... حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش پر سوار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بوسہ لے رہے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر سوار تھے، آپ کبھی ان کا بوسہ لیتے، کبھی ان کا، اسی طرح ہم تک پہنچے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت:

سعید بن ابی راشد یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سینے لگا کر فرمایا: "اولاد بخل و بزدلی کا سبب ہوتی ہے۔" (رواہ احمد واسنادہ حسن)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، ان کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ قطع کرنا:

عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے میں نے اپنے والد ابو بریدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیض زیب تن کئے گرتے پڑتے آرہے تھے، آپ ﷺ انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے انہیں اٹھاکر منبر پر بٹھایا اس کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

انمآ اموالکم واولادکم فتنۃ.

یعنی ”تمہاری اولاد اور تمہارے اموال تمہارے لئے فتنہ آزمائش کی چیز ہیں“

میں نے انہیں گرتے پڑتے آتے دیکھا تو صبر نہ کرسکا اپنی بات کاٹ کر انہیں اٹھایا۔

(مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دائمی نعمتیں وابدی سیادت اور اخص الخواص جنتی اور ایک فرشتے کا پہلی مرتبہ زمین پر اترنا اور بشارت دینا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میری والدہ نے مجھ سے پوچھا: تم کتنے عرصے سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اتنے اتنے عرصے سے! اس پر انہوں نے مجھے مارا اور برا بھلا کہا کہ اب تک ہمارے لئے استغفار نہ کرواسکے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں اب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاتا ہوں مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کرتا ہوں اور جب تک میرے اور تمہارے لئے استغفار نہیں کریں گے میں جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ ادا کی، آپ ﷺ اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد آپ ﷺ نکلے میں بھی پیچھے ہولیا، راستے میں کسی نے روک کر بات چیت کی، آپ پھر آگے بڑھے، میں بھی پیچھے ہولیا، آپ ﷺ نے میری آواز سنکر فرمایا: کون ہو؟ میں نے عرض کیا: حذیفہ! آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے ساری بات بتادی، آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

تھوڑی دیر پہلے جس نے مجھے روکا تھا اسے تم نے دیکھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ تھا جو اللہ سے اجازت لے کر پہلی مرتبہ زمین پر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے آیا تھا کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے مشغول بمناجات اور حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت پر سوار:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھتے، جب آپ ﷺ سجدہ سے اٹھنے لگتے تو انہیں آہستہ سے پکڑ کر زمین پر بٹھاتے، آپ ﷺ جب دوبارہ سجدہ فرماتے تو دوبارہ چڑھ بیٹھتے، جب نماز پوری فرمالیتے تو انہیں گود میں بٹھاتے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہیں گھر پہنچا آؤں! اتنے میں ایک روشنی ظاہر ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ! فرماتے ہیں کہ: ان کے گھر داخل ہونے تک وہ روشنی باقی رہی۔ (اخرجہ احمد ورجالہ ثقات)

آسمان والوں کی طرف سے شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع:

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (راوی کو شک ہے) کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی میرے پاس ایک فرشتہ آیا تھا جو آج تک پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے بتایا کہ آپ کا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا، اگر چاہو تو وہاں کی مٹی آپ کو دکھا سکتا ہوں، تو وہ سرخ رنگ کی مٹی لے کر آیا۔ (اخرجہ احمد واسنادہ صحیح)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ رب العالمین کا محبوب اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظورِ نظر:

عدی بن ثابت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما۔

بچپن ہی سے اسلامی معاشرے میں پرورش:

عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اتنے میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیض پہنے گرتے پڑتے آرہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے ساتھ بٹھایا، اس کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیز ہے، میں نے دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو صبر نہ کرسکا اور اپنی بات روک کر انہیں اٹھایا۔ (ترمذی ۳۷۷۴)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کی موجودگی میں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا، میں نگرانی کرنے لگی، اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے میں نے اندر سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی آواز سنی، میں نے جھانک کر دیکھا تو حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں بیٹھے رو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے، میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم مجھے ان کے اندر آنے کا علم ہی نہ ہوسکا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین ساتھ بیٹھے تھے، مجھے کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے محبت ہے؟ میں نے عرض کیا: دنیا میں تو ان سے محبت ہے (ورنہ حقیقی محبت تو اللہ کی ذات سے ہے) جبریل نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت انہیں کربلا نامی جگہ

میں قتل کرے گی، جبریل نے اس جگہ کی مٹی مجھے دکھائی، آپ ﷺ نے وہ مٹی ام سلمہ کو دکھائی، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت کے وقت ہر طرف سے گھیر لیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے؟ لوگوں نے بتایا: اس جگہ کا نام کربلا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا: کرب اور بلا ہی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا: یہ کرب اور بلا کی ہی زمین ہے۔ (اخرجه الطبرانی)

عہدِ محبت و وفا......

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں:

آپ رضی اللہ عنہ امام عالیجاہ، سراپا شرافت، شجرۂ نبوی ﷺ کی اساس، سلسلہ علویہ طاہرہ کا زبدہ وخلاصہ، ابو عبداللہ حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہشام بن عبد مناف بن قصی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے نواسے، آپ ﷺ کی لختِ جگر، جنتی عورتوں کی سردار فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کی فضیلت اور برتری کے سامنے تمام حسب ونسب ہیچ ہیں، مدینۃ الرسول اور آپ ﷺ کی ہجرت گاہ، مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام کے دعوتی ماحول میں پرورش پائی، مقدس جہاد کے سائے تلے پروان چڑھے، منبع نبوت سے سیرابی نصیب ہوئی، اور نبوت ہی کی نگرانی میں رسول اللہ ﷺ کی محبت، شفقت اور لاڈ پیار کا وافر حصہ ملا۔

آپ کے اعزاز واکرام، عظمت وبرتری کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ ﷺ نے بذات خود آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی، تحنیک فرمائی، لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا، برکت کی دعا فرمائی اور عقیقے میں دو دنبے ذبح فرمائے۔ ایک روز پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بے قرار ہو گئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان

کے منہ میں ڈالی تب ان کی پیاس بجھی، آنحضرت ﷺ کبھی صراحۃً اور کبھی اشارۃً آپ کی عظمت و برتری بتاتے رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے کندھے پر سوار ہیں تو کبھی پیٹھ مبارک پر جبکہ آپ اپنے رب سے محوِ مناجات ہیں، پھر ان سے فرما رہے ہیں: تم کتنے عمدہ سوار ہو، تمہاری سواری کتنی اعلیٰ ہے۔ پیٹھ پر سوار ہوں تو سجدہ سے اٹھنے میں عجلت ناپسند، آپ ﷺ کی شفقت کے مشتاق ہو کر آپ ﷺ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

انہی کے لئے تو آسمان سے روشنی ظاہر ہوئی اور خانوادۂ فاطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں داخل ہونے تک باقی رہی، جو ان کی کھلی کرامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ایک جزوِ اعظم، جگر کے ٹکڑے، باعثِ فرحت و مسرت، منظورِ نظر، مرکزِ عنایت اور دنیا کی بہار تھے، جن کے رونے سے آپ ﷺ پریشان اور جدائی سے بے تاب، مالِ صدقہ سے اللہ نے ان کی حفاظت فرما کر طیب اور پاکیزہ مال مرحمت فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کو عظیم سرمایہ قرار دیا۔

سفید خچر پر آپ ﷺ کے ردیف (پیچھے سوار ہونے والے)، جن پر آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر دم فرمایا: **"اعیذ کما بکلمات اللہ التآمۃ من کلّ شیطٰن وھامۃ ومن کل عین لامۃ"** جن پر رحمت باری تا قیامت اترتی رہے گی، آپ ﷺ نے جن کی مدد و نصرت کو واجب قرار دیا اور عداوت سے ڈرایا جس کا اعلان آپ ﷺ نے عرفہ کے روز، موسمِ حج اور ان ہستیوں کی موجودگی میں فرمایا: جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے **رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ** کا پروانہ نازل فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کو بشارت دی، وہ عظیم امانت جسے آپ ﷺ نے امت کے سپرد فرمایا: جن کے لئے "زمین پر چلتا پھرتا جنتی" ہونے کی گواہی دی، جن کے نام نامی کو تمام عرب سے محفوظ رکھا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرمادیا، جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مرجعیت کا دروازہ کھولا اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہرت و مقام کا دور دراز تک نقارہ بجا۔ ارشاد ہوا: اے اللہ مجھے ان سے محبت ہے تو

بھی ان سے محبت فرما اور جوان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

نیز ارشاد ہوا: جسکے ساتھ تم صلح کر دیا جو تم سے صلح کرے اسے بشارت ہو اور جس سے تمہاری جنگ ہو یا جو تمہارے ساتھ جنگ کرے اس سے میری بھی جنگ ہے۔ نیز فرمایا: حسین میرا ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں، حسین رضی اللہ عنہ میرا عظیم نواسہ ہے۔ ہر محبِ حسین کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب، فرشتے جن کی سیادت کی بشارت لیکر اترے جسے صحابی جلیل حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعزہ کی ایک جماعت کے ساتھ جنہیں بیعت فرمایا، ان کے علاوہ کسی اور بچے کو بیعت نہیں فرمایا:

چادر اوڑھنے والے پانچ افراد میں سے ایک، جن سے اللہ تعالیٰ نے آلودگی کو ختم فرمایا اور انہیں پاک صاف رکھا۔

جن کی شہادت کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی، جبریلِ امین نے جن کے مقام شہادت کا عہدِ رسالت میں اعلان فرمایا، جس سے آپ کے مدفن، مقام شہادت وابتلاء کی بلسانِ غیب صراحت ہوئی، جسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ اس جماعت کے ساتھی ہیں جن کے گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے نہ پائے گا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حوضِ کوثر پر جا چکے ہوں گے، وہاں موجود لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ کی نصرت پر ابھارا اور ترغیب دی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی جن کی تعظیم، تکریم اور توقیر بجالاتے تھے اور صحابہ کرام کو ان کی پاس داری کا حکم فرماتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی جن کی تعظیم وتکریم بجالاتے، محبت فرماتے، شفقت کرتے، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ آپ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے برابر قرار دیا، یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے کیا، آپ رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان لباس منگوا کر چین آیا اور انہیں فرمایا: ہمارے سر کی سفیدی اللہ کی طرف سے ہے پھر سبب تم بنے ہو۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جن کے پاؤں مبارک کی مٹی بطور اکرام اپنے کپڑے سے جھاڑ رہے ہیں،
جن کی شہادت کے بعد ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نگاہیں اہلِ عراق سے پھیر لیں۔
جن کی عظمتِ شان کی وجہ سے ان کے کوفہ کے سفر پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو گئے اور رونے لگے۔
جن کے آنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خطبہ روک لیا، اور اپنے اخلاق میں سے سخاوت و جرأت بطور خاص مرحمت فرمائیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جن کی قلبی قوت کی تمنا کی، صحابہ کرام کا محبوب، ان کا منظور نظر، قریش کے بہادر، پیش قدم جرنیل، مزکی و منقی محاسن و فضائل کا عنوان، وجاہت کا سرتاج۔
ماں باپ، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کے رشتوں میں تمام لوگوں سے مکرم و محترم اور برتر جن کے والد علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب اور والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا، چچا جعفر، پھوپھی ہالہ بنت ابی طالب، ماموں قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خالہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
عبداللہ بن عمار نے جن کے متعلق فرمایا: ''میں نے انہیں اس وقت دیکھا جب لوگوں نے ہر طرف سے انہیں گھیر لیا، آپ دائیں حملہ کرتے تو میدان خالی ہو جاتا، اللہ کی قسم ایسا مغلوب انسان جس کی ساری اولاد آنکھوں کے سامنے ذبح ہو جائے، آپ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر، بے باک اور مطمئن واللہ نہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔
ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کو جن کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرمایا: واللہ دشمنوں نے اس شخص کو شہید کر دیا جو دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا تھا، وہ قرآنی ہدایت کے مقابلے میں ضلالت، خوفِ خدا سے رونے کے مقابلے میں گانے بجانے، روزہ داری کے مقابلے میں شراب خوری، مجلس میں بیٹھ کر ذکر اللہ کے مقابلے میں شکار بازی کو پسند نہیں کرتا تھا، یہ لوگ عنقریب برا انجام دیکھیں گے، چنانچہ یوں ہی ہوا، جن کے قاتلین سے اللہ نے انتقام لیا، ایک ایک کو

پکڑا، چن چن کر مارا اور کسی کو زندہ نہ چھوڑا، اپنا وعدہ پورا فرمایا، مدد فرمائی دعا قبول فرمائی، اربابِ بصیرت کے لئے عبرت بنایا، ثابت ہوا کہ وہ یقیناً عظیم نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالشہداء اور جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

"ربنا اغفرلنا ولاخوننا الذین سبقونابالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم."

"اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید."

الحمدللہ آج بتاریخ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
بروز بدھ ترجمے سے فراغت ہوئی۔

نور محمد انیس

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور، سندھ

مصادر ومراجع

(۱)القرآن الکریم (۲)الاصابة فی تمییز الصحابه (لابن حجر)
(۳) الاعلام (للزرکلی) (٤) اسد الغابه (لابن الاثیر)
(۵) البدایة والنهایة (لابن کثیر)
(٦) تاریخ (ابن عساکر) (۷)تاریخ (طبری)
(۸) جمهرة انساب العرب (لابن حزم)
(۹)حقوق اهل البیت (لابن تیمیه)
(۱۰) ذخائر العقبی (لمحب الدین الطبری)
(۱۱) الدر المستطاب (لعماد الدین الدمشقی الحنفی)
(۱۲)درالسحابة فی مناقب القرابة و الصحابة(للشوکانی)
(۱۳)رأس الحسین(لابن تیمیه)
(۱٤) سیر اعلام النبلاء (للذهبی)
(۱۵)الصحاح الست(طبعةدار السلام الجدیده)
(۱٦) فتوح ابن الاعثم (۱۷)فضائل الصحابة(لامام احمد)
(۱۸) کنز العمال (۱۹)المسند لامام احمد
(۲۰) المرتضیٰ لابی الحسن الندوی
(۲۱) ینابیع المودة(للقندوزی)
(۲۲) الحسن والحسین (لمحمد رضا)
(۲۳) سیرة ابن هشام

فہرست مضامین